وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

فَضَائِلُ

سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ

مُصَنَّفَہ

احقر عباد رب العالمین احمد دین گکھڑوی

ملنے کا پتہ

دفتر سید العالمین گکھڑ منڈی

۲۹۷۶۹۹۲۱
۱۰ ح ل ۲۸ ۳

۷۳۷۵۰

اشرف پریس ۷۔ ایبک روڈ لاہور میں باہتمام شیخ محمد اشرف پرنٹر چھپی
ے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید از مصنّف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل

المرسلین محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

احقر العباد احمد دین گکھڑوی فضائل سیّد العالمین کو ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔ اس کی تصنیف کا باعث یہ ہوا کہ مولوی عبدالسلام صاحب پھچھوی مقام سفیدہ والے تحصیل علم کیلئے کچھ مدت میرے پاس ٹھہرے جب اس سے فارغ ہو چکے۔ تو کہنے لگے۔ کہ ایک مضمون اس قسم کا قلمبند کرنا چاہیئے۔ جو وعظ میں بیان کیا جائے۔ جس سے سامعین کے دل میں لطافت، دلچسپی و حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی سنّت کا اشتیاق پیدا ہو۔ پس حسب ارشاد ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا مضمون تجویز کیا گیا۔ کہ نہایت عزیز اور دلکش ہے۔ پھر اس کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی (مالک سکول بکڈپو گوجرانوالہ) نے دوبارہ اس کے لکھنے کی ترغیب دی اور اس کی اشاعت میں نہایت جانفشانی سے کوشش بھی کی، خدا جزائے خیر دے۔ اس کو ترتیب

Marfat.com

دیگر دوبارہ لکھا گیا، اور بعض مقامات میں ترمیم بھی کی گئی۔ رسالہ ہذا میں مندرجہ ذیل امور کا التزام کیا گیا ہے۔

اوّل یہ کہ ان آیات و احادیث کا ذکر ہو آپؐ کی سیرت اور معجزات وغیرہ کے علاوہ ہیں (جو فضائل آپؐ کے معجزات سے ثابت ہوتے ہیں انکا ذکر ہم نے اپنی کتاب برہان الحق میں کر دیا ہے۔ محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

دوم حتی الامکان ایسا میں حدیث صحیح اور حسن پر ہی اکتفا کیا گیا ہے مگر بعض مقامات میں حدیث معروف کو جس میں خفیف سا ضعف ہے اور مضمون کے لحاظ سے احادیث صحیحہ کے عین مطابق ہے۔ اسکو بموجب اصول محدثین بطور استشہاد و متابعت کے درج کیا گیا ہے۔

سوم فضائل پر سے شبہات کا ازالہ حتی الامکان تحقیقی جواب سے کیا گیا ہے۔ مگر بعض مقامات اس سے مستثنٰے ہیں۔ الزامی جوابات سے اس لئے پرہیز کیا گیا ہے کہ یہ کوئی مخالفین کی تردید نہیں۔

چہارم، وہ فضائل جو روایات کاذبہ سے ثابت ہیں۔ ان سے یہ مضمون کلیتہً منزہ و مبرا ہے۔ کیونکہ وہ در حقیقت فضائل ہی نہیں۔ بلکہ وہ کاذبین کا اختراع، خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان ہے۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جن میں عیسائیوں کی طرح غلو و مبالغہ پایا جاتا ہے اور قرآن و حدیث کے مخالف بھی ہیں۔ اور غلو کا ذکر

Marfat.com

آئندہ کیا جائے گا، انشاء اللہ۔

پنجم، جس آیت سے فضیلت کا استدلال کیا گیا ہے اس کو اس سے پیشتر کی آیت کے مضمون سے مناسبت اور ربط بھی دیا گیا ہے۔ رسالہ ہذا کا نام

فضائل سیّدُالعالمین

رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

تقریظ حضرت مولانا بحر العلوم فاضل اجل عالم بے بدل حافظ محمد بن عبد اللہ صاحب امرتسری حال لاہور ماڈل ٹاؤن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

فضائل "سید العالمین" مصنفہ مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی میں نے شروع سے چالیس صفحات تک، بالاستیعاب اور اس سے آگے کئی مقامات سے جستہ جستہ دیکھی۔ اس موضوع پر آج تک بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر "سید العالمین" کے مصنف کا طرز بیان دلکش ہونے کے ساتھ عام فہم اور مناظرانہ ہے فضائل کے بیان میں اسلام کی حقانیت اور عالمگیر ہونے کے زبردست دلائل ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا احسن طریق سے ازالہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ جس قدر فضائل بیان ہوئے انکا ماخذ صحیح ہے اور انکو بطور دعویٰ و دلیل کے بیان کیا ہے یعنی ایک فضیلت کا دعویٰ کر کے اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے مصنف نے روایات کی صحت کا التزام کیا ہے اگر کسی روایت میں کوئی ضعف ہے تو بہت تھوڑا اور ایسی روایات کا ذکر بھی اکثر بطور شواہد کے ہے۔ مختصر یہ کہ اردو زبان میں یہ کتاب اپنے موضوع پر کئی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف عوام کے لئے بلکہ علماء خصوصاً مناظرین کے لئے بیحد مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے اور اس کی سعی مشکور فرمائے۔ اہل اسلام سے عموماً اور جماعت اہلحدیث سے خصوصاً میری سفارش ہے کہ اس کتاب میں خاص حصہ لیں فقط

عبد اللہ امرتسری روپڑی۔ لاہور ماڈل ٹاؤن۔ کوٹھی نمبر ۷۹ ، سی بلاک

Marfat.com

وہ سرور باقی رہتا ہے۔ جو سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کا لازمی جزء ہے۔

مصنف علام نے اس رسالہ میں علمی تحقیق کے ساتھ عقیدت مندی کے ذوق کو جمع کر دیا ہے۔ فجزاہ اللہ عنا و عن المسلمین احسن الجزآء۔

نمقہ بیدہ جنہ الاثیم اسمٰعیل بن ابراھیم السلفی تجاوز اللہ من ذنوبہ

مورخہ ۵۰/۹/۱۸

Marfat.com

تقریظ از حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ندوی

مدیر الاعتصام گوجرانوالہ

"فضائل سید العالمین" کو میں نے جستہ جستہ کئی مقامات سے دیکھا ہے۔ مولانا نے اس مفید کتاب کی تدوین میں جن امور کا التزام کیا ہے۔ اس میں وہ کامیاب ہیں، اس میں حشو و زوائد سے قطع نظر صرف ان روایات و صحیح احادیث کا تذکرہ ہے۔ جن سے آنحضرت کے محامد کا کوئی پہلو نکلتا ہے۔ کتاب بلاشبہ مفید اور قابل مطالعہ ہے۔

محمد حنیف ندوی

Marfat.com

فہرست مضامین

۱	تمہید از مصنف	۳
۲	تقریظ از مولینا عبداللہ صاحب امرتسری	۶
۳	تقریظ از مولانا سلطان احمد صاحب و مولینا محمد اسماعیل صاحب	۷
۴	تقریظ از مولینا محمد حنیف صاحبؒ	۹
۵	تعارف	۱۳
۶	پیش لفظ	۱۷
۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب مخلوق سے افضل و برتر ہونے کا دعوای	۲۰
۸	پیدائش کے بعد کے فضائل بصورت مناظرہ	۴۲
۹	اسلام کے عالمگیر ہونے کی تحقیق	۶۱
۱۰	دنیا میں ہر وقت رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر	۸۳
۱۱	سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت	۹۲

	تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔	۹۲
۱۲	سراجاً منیراً۔ مسئلۂ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیق	۱۰۶
۱۳	سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کی فضیلت	۱۲۴
۱۴	سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق جمیلہ کے فضائل	۱۲۹
۱۵	بیعت رضوان کا ذکر	۱۳۳
۱۶	تبدیلی کعبہ سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف کا اظہار اور حرمین کی فضیلت	۱۴۴
۱۷	درود شریف اور اس کے فضائل	۱۵۳
۱۸	سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فضائل جن کا ظہور قیامت کو ہوگا۔	۱۶۲
۱۹	مقام محمود کا بیان	۱۶۷
۲۰	شفاعت کبریٰ کا بیان	۱۷۳
۲۱	احادیث نبویہ سے فضائل	۱۹۰
۲۲	سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حبیب اللہ ہونا	۲۰۶

Marfat.com

۲۳	سردر کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام کے فضائل	۲۱۴
۲۴	شبہات کا ازالہ	۲۱۴
۲۵	شبہ نمبر ۱	۔
۲۶	شبہ نمبر ۲	۲۱۶
۲۷	شبہ نمبر ۳	۲۱۸
۲۸	شبہ نمبر ۴	۲۲۳
۲۹	شبہ نمبر ۵	۲۲۵
۳۰	شبہ نمبر ۶	۲۲۸
۳۱	شبہ نمبر ۷	۲۲۹
۳۲	شبہ نمبر ۸	۲۳۲
۳۳	شبہ نمبر ۹	۲۳۴
۳۴	غلو اور اس کی مذمت	۲۳۵
۳۵	اعتراض	۲۳۷
۳۶	خاتمہ	۲۳۹

تعارف

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید ۔

یہ کتاب سید العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں ایک نئے زاویہ نگاہ سے لکھی گئی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل پر بے سمجھ اور دشمنانِ دین لوگوں نے جو حرف گیری کی ہے ۔ ان کا مدلل اور صحیح حوالوں سے جواب دیا گیا ہے ۔ حقیقت میں ان لوگوں نے اپنی کم فہمی اور تنگ نظری سے ایسی ناپاک جسارت کی ہے ۔ ورنہ آفتاب عالمتاب کے طلوع ہونے کے بعد تمام تاریکیاں خود بخود مٹ جایا کرتی ہیں ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

انبیائے سابقین علیہم السلام کے مبارک عہد بھی نیکی اور ہدائت کے سرچشمہ رہے ہیں ، اور انہوں نے انسانیت کو بڑی بلندی تک پہنچایا ہے ۔ حتیٰ کہ تمام جہان روشنی اور ہدائت سے معمور ہو گیا ۔ جلیل القدر انبیاء کرام مثلاً حضرت آدم علیہ السلام ۔ حضرت نوح علیہ السلام ۔ حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت سے دُنیا کو آشنا کیا اور باطل کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ مگر یہ دعوت مختلف اقطاع عالم اور قرنوں تک محدود رہی اور آخر رحمتِ خداوندی جوش میں آئی تو ایک ہمہ گیر اور عالمگیر ضابطہ اور قانون قرآن مجید کی صورت میں سید المرسلین علیہ التحیۃ والسلام کی زبان مبارک پر جاری فرمایا اور اس کے متعلق حکم دے دیا،

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

اب ختم الانبیا اور ختم المرسلین کی تعلیم کا گھر گھر چرچا ہوا اور قیامت تک واجب العمل قرار پایا۔ پہلی بار جب یہ تعلیم یہود۔ نصاریٰ اور مشرکین عرب کے سامنے پیش کی گئی۔ تو انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی عظمت کے دعویٰ کے باوجود ماننے سے انکار کر دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کی خواہشات اور توقعات کا بت پاش پاش ہو رہا تھا۔ انکی قیادت ہمیشہ کے لئے ختم ہو رہی تھی

ان کی سیادت کا جنازہ نکل رہا تھا

ان کی آرزؤں کا خون ہو رہا تھا

مگر کلمہ حق سرِ بلند ہونا تھا۔ اور بنی اسرائیل کی وہ شاخ جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے وابستہ تھی۔ اپنا دور نبوت ختم کر چکی تھی ۔ اور اب یہ نعمت سرمدی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے ودیعت ہونے والی تھی۔

Marfat.com

انوار نبوت کی ضیاء پاشی ملک عرب میں ہوئی۔ جہاں بیت اللہ کی بنیاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام نے رکھی تھی۔ یہ بیت اللہ اس وقت کی تمام مذہبی جماعتوں کے علاوہ مشرکین عرب کیلئے واجب التعظیم تسلیم کیا جاتا تھا۔ مگر حق کو حق ماننے میں یہ لوگ متامل ہوئے۔ اور سید العالمین علیہ التحیۃ والسلام کے اخلاق عالیہ اور صفات حمیدہ کی بدولت صرف ۲۳ سال کے عرصہ میں تمام دنیا میں وہ تعلیم پھیل گئی۔

اگر ایسے تاریک دور میں سید العالمین علیہ التحیۃ والسلام کے فضائل کو ہر چھوٹے بڑے نے اتنی قلیل مدت میں تسلیم کر لیا تھا۔ تو کیا اس دور میں جبکہ سائنس اور علم کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہے کسی کو انکار کی جرأت ہو گی آئندہ صفحات میں فاضل مؤلف نے اتمام حجت کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ مدعا یہ ہے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر اُردو میں اچھی اچھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور ہمیشہ لکھی جاتی رہیں گی۔ لیکن اس ڈھب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جن فضائل کو تسلیم کرایا گیا ہے۔ وہ ایک ایسی خوبی ہے۔ جو مصنف و مؤلف ہذا نے نہایت کامیابی سے نبھائی ہے۔ اور وہ اس

Marfat.com

کارنامے کے لئے مستحق مبارکباد ہیں۔

دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ان کے لئے آخرت میں جزائے خیر کا ذریعہ ہو نیز اس کے ناشر کو (جو حضرت ممدوح کے شاگرد ہیں) اللہ تعالیٰ دین و دُنیا کی بھلائیوں سے مالامال کرے۔ کیونکہ اس کتاب کی اشاعت میں انھوں نے پہلی مرتبہ بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اور اب دوسری اشاعت کو بڑے اہتمام سے زیور طبع سے آراستہ کرایا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سیّد العالمین کی شفاعت کا امیدوار

ناچیز عبد الغفور عفی عنہ

لاہور ۔ حویلی کابلی مل

یکم رجب ۱۳۷۶ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

قرآن پاک میں ارشاد باری ہے "لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ" (سورۂ فتح) تفسیر جامع البیان اور ابن کثیر میں اس آیت کے تحت تعزیر کے معنی تعظیم کرنا اور توقیر کے معنی احترام، بزرگی اور عزت کرنے کے لکھے ہیں آیت میں جو جمع حاضر کے دو صیغے ہیں۔ ان میں صحابہ کرام سے لے کر تمام اُمّت کو خطاب کیا گیا ہے۔ اور ان دونوں میں جو ضمیریں منصوب متصل ہیں۔ ان کا مرجع نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ کا ذکر ان کے قریب ہے لہٰذا ان کے مرجع آپ ہی ہیں، پس آیت کے معنی یہ ہوئے "اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کے رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و احترام اور عزت کرو" پس بحکم آیت کریمہ کے تمام اہل اسلام پر آپ کی عزت و تعظیم کرنا واجب ہے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جس قدر آپ کی تعظیمات و احترامات قرآن و حدیث میں وارد ہیں

Marfat.com

اُن پر ایمان لانا، اور اس کے انکار کو کفر سمجھنا، نیز افراط و تفریط سے اجتناب کرنا، آپ کی سنت کے اتباع کو لازم پکڑنا ہی آپ کی عزت و احترام ہے۔)

جاننا چاہیئے، کہ تمام مخلوقات میں جس قدر انبیاء و رسل کو درجہ عطا کیا گیا ہے۔ وہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں خدا نے ان کو تمام مخلوقات سے چنا اور برگزیدہ کیا، کتاب اور معجزات سے اُن کو ممتاز فرمایا۔ وہ خدا کی وحی کے حامل، اور اس کے مخاطبہ و مکالمۂ سے مشرف ہیں۔ اور ان کا دل علوم الٰہیہ کا مخزن ہے۔ ان کے افعال و اقوال خدا کی وحی سے صادر ہوتے تھے۔ باوجود بشری لوازمات ہونے کے کلیتاً گناہ سے منزہ و مبرا تھے۔ علاوہ ازیں کفار کی سخت تکالیف اور مصیبتوں کے مقابلہ میں صبر اور تحمل سے کام لیتے رہے شرّ اعداء اور مصائب نے ان کی استقامت میں ذرہ بھر بھی رخنہ اندازی نہیں کی۔ فرشتہ میں لوازمات بشری یعنی کھانا، پینا، نکاح کرنا، بیمار ہونا، دشمن کی ایذا رسانی پر صبر کرنا یہ امور ہرگز نہیں پائے جاتے، پس ان کا گناہ سے الگ رہنا موجبِ تعجب نہیں۔

سورہ بینہ میں مومنوں کی صفت میں خیر البریۃ فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ خلقت سے بہتر ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رض نے

Marfat.com

اس آیت سے دلیل پکڑی ہے۔ کہ انسان مومن ملائکہ سے افضل ہیں (تفسیر جلیل سیوطی) علاوہ ازیں شرح صحیح مسلم جلد۲ کتاب الفضائل میں امام نوویؒ نے اہل سنت کا مذہب بیان کیا ہے کہ انسان کامل فرشتہ سے افضل ہے۔ ان دلائل سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ انبیاءؑ فرشتہ سے افضل و اعلےٰ ہیں وہ خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان تبلیغ کرنے کا عظیم الشان واسطہ ہیں۔ ملائکہ سے خدا کی مخلوق میں کوئی چیز افضل نہیں۔ پس جب انبیاءؑ کا ان سے بھی افضل ہونا ثابت ہو چکا، تو ہمیں اس امر میں بھی غور کرنا چاہیئے۔ کہ انبیاءؑ میں سے کون افضل و اشرف ہے؟

یہ مسلمہ امر ہے کہ اپنے ہمجنسوں میں سے جس میں فضائل کاملہ اور نعوت فاضلہ بکثرت پائے جائیں، وہ ان سب سے اعلیٰ و فائق تر سمجھا جاتا ہے۔ پس بموجب اس کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں خصائص مفضلہ و محاسن کاملہ اس کثرت سے پائے جاتے ہیں، کہ کوئی دوسرا نبی ان میں شریک نہیں۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات کے سردار اور سب سے ارفع، اشرف اور بلند پایہ ہیں۔ اور آپ کی عظمت و رفعت کا اندازہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

سب مخلوق سے افضل و برتر ہونے کا دعویٰ

قرآن میں ارشاد باری ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ نے آپ پر کتاب یعنی قرآن اور حکمت یعنی حدیث کو نازل فرمایا، اور آپ کو وہ چیز سکھادی، جس کو نزول وحی سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے۔ قرآن مجید کے معجزانہ کلام اور اعلیٰ تعلیم ہونے کے علاوہ اس کے پڑھنے میں بھی ایک خاص فضیلت ہے کہ کسی نبی کی کتاب کو اس میں شرکت نہیں۔ حدیث صحیح میں ارشاد نبویؐ ہے، کہ قرآن پڑھنے والے کو اس کے ہر ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں (مشکوٰۃ باب فضائل القرآن) نبیؐ کی سنت یعنی حدیث قرآن کی تشریح و بیان ہونے کے علاوہ اس کے پڑھنے میں بھی ایک خاص فضیلت ہے، جو کسی نبی کی حدیث کو حاصل نہیں، ہر حدیث کے شروع میں ایک چھوٹا سا درود لکھا ہوا ہوتا ہے، اور اس کو پڑھنے والے کو دس نیکیوں کا عطیہ اور دس گناہوں کی معافی اور دس درجے کی بلندی کا انعام کیا جاتا ہے، جیسا کہ عنقریب

Marfat.com

نذکور ہوگا۔ انشاءاللہ جس نبی کی کتاب اور حدیث تمام انبیاء کی کتب اور احادیث سے افضل ہو، وہ یقیناً تمام انبیاءؑ سے بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ اسی لئے اس کے ساتھ ہی ارشاد الٰہی ہے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (سورہ نساء) یعنی اے نبی! آپ پر خدا کا بڑا فضل ہے، جو فضل اللہ کا آپ پر ہوا اس کی صفت میں عظیم کا لفظ وارد ہوا ہے، جس کے معنی بزرگ کے ہیں ۔ آیت نے ثابت کر دیا کہ آپ کا فضل بھی تمام فضلوں پر فوقیت و عظمت رکھتا ہے دوسری آیت اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا (سورۂ بنی اسرائیل) یعنی اے نبی بے شک آپ پر اللہ کا فضل بڑا ہے، اس آیت میں آپ کے فضل کو لفظ کبیر سے موصوف بنایا گیا ہے، یعنی آپؐ کا فضل عمر میں سب فضلوں سے بڑا اور قد و قامت میں بھی نہایت وسیع ہے۔

ان ہر دو آیات میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فضل کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔ کسی خاص گروہ کا ذکر نہیں، جس پر آپؐ کو فضیلت دی گئی ہو۔ حالانکہ مفضّل کے مقابلہ میں جب تک مفضّل علیہ نہ ہو۔ اسے مفضّل کہا ہی نہیں جا سکتا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مفضّل تو بے شک ہیں، یعنی آپ کو خدا کی طرف سے تفضیلت حاصل ہوئی ہے۔ آیات میں کسی

Marfat.com

خاص گروہ کا اس لئے ذکر نہیں کیا گیا۔ کہ تمام مخلوق آپ کے مقابلہ میں مفضل علیہ ہے۔ یعنی آپ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ قرآن نے ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے افضل و اعلےٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اب ناظرین کو چند احادیث سے اس دعویٰ کی زائد تصدیق دکھائی جاتی ہے۔

اوّل جامع ترمذی کی کتاب التفسیر سورت بنی اسرائیل میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے۔ کہ معراج کی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس براق یعنی گھوڑا لایا گیا۔ جس کے منہ میں لگام اور پشت پر زین بندھی ہوئی تھی وہ شوخی کرتا ہوا کودنے لگا جبریلؑ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا مَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ (یعنی اے براق! تو کیوں شوخی کرتا ہے۔ تجھ پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا اکرم و افضل کوئی شخص سوار نہیں ہوا۔) اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن ترمذی نے اس کو حسن غریب کہہ دیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی بحوالہ ابن حبان میں اس کو صحیح کہا گیا ہے۔ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر انبیاء اس پر سوار ہوتے رہے۔ لیکن جبریلؑ کی شہادت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان سب پر تشریف و تکریم بیان کی گئی ہے۔

۲۳۷۴

Marfat.com

حدیث دوم، مجمع الزواید جلد ۸ صـ۲۱۷ مطبع مصری میں بحوالہ طبرانی اوسط حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ کا قول بیان کیا قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ار رجلاً افضل من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم ار بیتاً افضل من بیت بنی ھاشم۔ کہ میں نے تمام زمین کے مشرق اور مغرب کا سیر کیا، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی مرد کو افضل نہیں دیکھا اور آپ کے گھرانہ سے جو بنی ہاشم کا قبیلہ ہے کسی گھرانہ کو افضل نہیں پایا۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح نہیں، موسیٰ بن عبیدہ اس کی اسناد میں ضعیف راوی ہے مگر اس کا مضمون احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔ لہذا اس کو شواہد میں ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث سوم، جامع ترمذی، ابواب المناقب میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی۔ یعنی میں زندہ کیا جاؤں گا۔ اور مجھ کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا لیس احد من الخلایق یقوم ذالک المقام۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یعنی اس مقام میں عرش کی داہنی طرف تمام مخلوق سے میرے سوا کوئی شخص کھڑا نہ ہوگا۔ اس

حدیث سے صراحۃً واضح ہے کہ تمام خلائق جن و انس و ملائکہ پر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو برتری و فوقیت حاصل ہے۔

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ تمام انبیاء نبوت و رسالت میں برابر ویکساں ہیں۔ لیکن ان کی فضیلت میں تفاوت یعنی کمی بیشی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ (سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵) یعنی ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام مخلوقات کے سردار اور ارفع و اعلیٰ و اشرف شان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ جمع کردہ دلائل سے معلوم ہوگا

یاد رہے کہ آپ کے فضائل تین قسم پر ہیں۔ جن کو حسب ترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔ پہلے ان فضائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو عرصہ دراز سے آپؐ کے پیشتر تھے ؏

Marfat.com

فضائل سید الانبیا علیہ التحیۃ والسلام

فضائلِ قدیمہ

آپ کے فضائل میں بطور دعوٰی کے قرآن کی دو آیات تو گزر چکی ہیں۔ اب تیسری آیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ حضورؐ کا ذاتی نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ جو آپ کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کی تشریح اور مضمون بھی چونکہ آیت کے قریب قریب ہے۔ لہذا اس کو آیت ہی کا مرتبہ دینا چاہیئے۔ سورت آل عمران میں ہے ؛ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ یعنی نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر رسول، سورۂ احزاب میں ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، سورت محمد میں ہے وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو چیز محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اتاری گئی ہے اس پر ایمان لائے ہوں۔ سورت فتح میں ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

Marfat.com

اللہ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ سورت صف میں آپ کا نام احمد بیان کیا گیا ہے۔ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ، ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیان کیا گیا ہے۔

حدیث حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے۔ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اسماءً اِنَّ کا اسم ہے اور لِی اس کی خبر جو اسم پر مقدم ہو کر حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ اور لِی میں لام اختصاص کا ہے۔ پس معنی یہ ہوئے۔ کہ میرے لئے ہی یہ نام خاص ہیں کسی دوسرے کو ان میں شرکت نہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور ماحی ہوں جس کے سبب اللہ کفر کو مٹا دیتا ہے اور میں حاشر ہوں۔ کہ سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ بخاری ومسلم۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مقفیٰ آیا ہے۔ اس کے معنی بھی آخری نبی کے ہیں۔ اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی یہ نام بھی اس میں درج ہیں (مسلم، مشکوٰۃ باب اسماء النبی)

سب سے پہلے ہم لفظ محمد کی تشریح کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ کا یہ نام ذاتی ہے۔ لیکن یہ صفاتی سے منقول ہو کر ذاتی علم

Marfat.com

بن گیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ محمد کا مادہ و مصدر حمد ہے جس
سے یہ نکالا گیا ہے، اور حمد کے معنی مفسّرین کے نزدیک
ثناءِ جمیل کے ہیں۔ یعنی حمد اس تعریف کو کہتے ہیں۔ جو محمود
کی تعظیم کے ارادے سے اس کے کسی ایسے اچھے وصف پر
کی جائے، جو اس کے اختیار میں ہو۔ (روائع البیان) بعض مفسّرین
نے حمد کے معنی شکر کے بھی کئے ہیں۔ پس حمد، شکر اور ثناءِ جمیل
یعنی اعلیٰ تعریف کا جامع ہے، اور یہ ایسی تعریف ہے۔ جو حقیقی
طور پر محمود میں پائی جائے جو اس سے کبھی الگ نہ ہو سکے
اسی لئے قرآن میں خداتعالیٰ نے بجائے "ثناء" اور "مدح" کے اسی کو
اختیار کیا ہے۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی ہر طرح کی اعلیٰ تعریف
خدا کے لئے ہے، اور اس کی ضد ذم و مذمت ہے۔ جس
کے معنی برائی کے ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے۔ کہ مشتق منہ کے
معنی مشتق میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پس لفظ محمد حمد سے
نکالا گیا۔ تو لامحالہ اس میں بھی حمد کے معنی ہونے چاہئیں۔ حمد
مصدر ہے، جس کے معنی ہیں اعلیٰ و نیک تعریف کرنا اور
یہ ثلاثی مجرد ہے۔ پھر اس سے ثلاثی مزید باب تفعیل کے
وزن پر تحمید بنایا گیا جس کے معنی ہیں کسی شخص سے دوسرے
کی تعریف کرانا، اس سے لفظ مُحَمَّد نکالا گیا۔ جو اسم مفعول کا
صیغہ ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے، نہایت اعلیٰ اور احسن

Marfat.com

تعریف کرایا ہوا لغت عرب میں محمد اس شخص کو کہتے ہیں جس میں خصائل و شمائل عظیمہ یعنی نہایت اعلیٰ اوصاف و احسن عادتیں پائی جائیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد اس لئے رکھا گیا کہ خدا تعالیٰ زمین اور آسمان کے باشندوں سے آپ کی تعریف کراتا ہے۔ مشکوٰۃ کا باب المعراج کھول کر ان احادیث کا مطالعہ کرو، جن میں صاف طور پر درج ہے، کہ جب حضورؐ جبرئیل کے ہمراہ آسمان پر چڑھائے گئے تو یکے بعد دیگرے سات آسمانوں کا سیر کیا۔ جس آسمان کا دروازہ آپؐ کے لئے کھولا جاتا تو فرشتے آپ کا استقبال کرتے ہوئے خوشی سے کہتے۔ کہ آپؐ کا یہاں تشریف لانا نہایت ہی افضل و برتر ہے۔ علاوہ ازیں آسمانوں پر جس نبیؑ سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ وہ آپؐ کو نبی صالح پکارتے تھے۔ صالح ایک ایسا جامع وصف ہے۔ جس میں تمام اوصاف عالیہ و خصائل کریمہ جمع ہو جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے آپؐ کو صالح کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ آپ ان سب سے بلند پایہ و فائق تر ہیں یہ انبیاءؑ جب دنیا میں موجود تھے۔ تو آپؐ کے اوصاف عالیہ کی نغمہ سرائی کرتے رہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا انشاءاللہ علاوہ ازیں تعجب انگیز یہ امر ہے کہ عیسائیوں میں بعض منصف مزاج مصنف پادری جان ڈیوٹ جیسے آپ کی تعریف میں

"تائید محمد و القرآن" لکھنے پر مجبور ہوئے۔ پھر ایک کتاب مسمیٰ بہ "عرب کا چاند" ایک ہندو کی تصنیف ہے۔ جس میں نہایت شوق سے آپ کی تعریفات کے بیان میں مبالغہ کیا گیا ہے پھر محمدؐ کے معنی جس کی صفت اللہ تعالیٰ انبیاء اور ملائکہ سے کرائے اور پھر تمام انبیاء کے کمالات کا جامع بھی ہو، اور غیر مذہب بھی آپ کی تعریف میں حصہ لیں۔ اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی موزون ہے۔ پس تمام مخلوق سے آپؐ کا اعلیٰ و اشرف ہونا آپ کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے اگر کسی نبی کے نام کا ترجمہ کیا جائے تو وہ اس فضیلت کا اظہار نہیں کرتا۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ (بڑے گروہ کا باپ) حضرت اسماعیلؑ (اے اللہ! میری سن لے) حضرت یعقوبؑ (پیچھے آنے والا) حضرت یوسفؑ (زیادہ کیا ہوا) حضرت ایوبؑ (شیر) ان اسماء پر نظر ڈالنے سے انبیاءؑ کی بعض صفتیں معلوم ہوتی ہیں۔ فضیلت کا اظہار کرنے سے یہ ترجمے قاصر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا نام احمدؐ ہے۔ جو بلحاظ اشتقاق اور ترجمہ کے محمدؐ کے برابر ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہ مصدر حمد سے بصیغہ اسم تفضیل نکالا گیا ہے۔ جو نحویوں کے نزدیک زیادہ تر فاعل کے معنوں میں استعمال ہوتا

Marfat.com

ہے۔ اس بنار پر احمدؐ کے معنی بہت حمد و ستائش کرنے والے ہوئے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہ نسبت پہلے انبیاء کے خدا کی بہت حمد کرنے والے نہ ہوتے، تو آپ کا نام احمدؐ نہ ہوتا۔ جس کو حمد سے خاص نسبت و تعلق ہے، جو کتاب آپؐ پر اتاری گئی، اس میں خدا کی حمد پر نہایت زور دیا گیا ہے۔ اس کی پہلی سورت جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہی سے ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کے اور بھی بہت سے مقامات خدا کی حمد سے جلوہ گر ہیں۔ نیز کتب حدیث میں ایک باب ہے۔ جس کو کتاب الدعوات کہتے ہیں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعائیں مذکور ہیں۔ آپؐ کی اکثر دعائیں الحمد للہ ہی سے شروع کی جاتی تھیں۔ مثلاً کھانا کھانے سے فارغ ہونے کی دعا۔ لباس پہننے کی دعا۔ قضا حاجت سے فارغ ہونے کی دعا۔ چھینک مارنے کی دعا۔ پھر حدیثوں میں الحمد للہ کے وظائف پر بہت زور دیا گیا ہے حتیٰ کہ آپؐ کی اُمت کا نام بھی حمّادون خدا کی بہت تعریف کرنے والے رکھ دیا۔ جیسا کہ مسند دارمی میں حضرت کعب احبار سے مروی ہے۔ یعنی پہلی کتابوں میں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کو حمّادون کے نام سے ذکر کیا گیا ہے

Marfat.com

جو ہر تکلیف اور خوشی کے موقعہ پر خدا کی حمد پکاریں گے اور ہر منزل پر اسی کا ذکر کریں گے۔ خدا کی حمد زیادہ کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن آپؐ کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور شفاعت کے لئے مقامِ محمود اور زبان سے حمد کے وہ وظائف جاری ہوں گے۔ جو اللہ تعالیٰ اسی وقت آپؐ کو سکھائے گا جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ سبحان اللہ کیا ہی پُرزور اور جلوہ گر فضیلت ہے کہ نام محمدؐ اور احمدؐ، امت کا نام حمادون، زبان پر دنیا اور آخرت میں حمد کا وظیفہ جاری، ہاتھ میں حمد کا جھنڈا، شفاعت کے لئے مقام محمود مخصوص، یہ فضائل باآواز بلند دعوےٰ کرتے ہیں۔ کہ جس بلندی کے مقام پر آپؐ کو جگہ دی گئی ہے۔ کوئی شخص مخلوق سے ان مدارج پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

تیسرا نام آپؐ کا ماحیؐ ہے۔ جس کے سبب سے اللہ نے کفر کو مٹا دیا۔ اور آپؐ کے ظہور کے وقت تمام عرب سے کفر مٹایا گیا اور اسلام اس کی جگہ بڑے شان و شوکت سے رونق افروز ہوا۔ نیز جب اسلام سے کسی دوسرے مذہب کا مقابلہ کیا جائے تو اسلام اپنی صداقت اور معقولیت کی وجہ سے حجت کے ساتھ غالب آکر اس کو مغلوب کر دیتا ہے۔

Marfat.com

آپؐ کا چوتھا نام حاشر ہے۔ کہ لوگ آپؐ کے قدموں پر اکٹھے کیئے جائیں گے۔ دُنیا میں آپؐ کے ظہور سے لے کر تا قیامت تمام لوگ آپ ہی کی اُمت ہوں گے اور قیامت کے دن چونکہ آپؐ سب سے پہلے زندہ کئے جائینگے اور سب لوگ آپؐ کے بعد آپؐ کے قدموں پر اکٹھے کئے جائیں گے۔

آپؐ کا پانچواں نام عاقبؐ اور چھٹا مقفیؐ ہے۔ ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی آخری نبی، آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو گا۔ اس لئے کہ آپؐ کی نبوّت باعتبار مکان و زمان قیامت تک کافی ہے۔

ساتواں نام توبہ کا نبیؐ اللہ تعالیٰ نے یہ برکت آپؐ کی نبوّت کے اُمتیوں پر ایسی آسان کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص بڑے سے بڑے گناہ کا بھی مرتکب ہو، پھر سچے دل سے پشیمان ہو کر توبہ کر لے، پھر اس کے نزدیک بھی نہ جائے تو وہ گناہ سے ایسا پاک صاف ہوتا ہے گویا کہ وہ اس سے آلودہ ہی نہیں ہوا۔ جیسا کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہے بخلاف پہلی اُمتوں کے کہ ان کی توبہ نہائت مشکل اور دشوار تھی۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے گوسالہ پرستی کی تو ان کو توبہ کرنے کا یہ حکم ہوا۔ کہ اپنی جانوں کو قتل کرو۔ یعنی

Marfat.com

آپس میں ایک دوسرے کا سر کاٹ دو (سورۃ بقرہ)
آٹھواں نام رحمت کا نبیؐ۔ حدیثوں میں مذکور ہے۔ کہ آپؐ مومنوں پر عموماً بلکہ اپنے دشمنوں پر بھی رحمت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اس کا زائد ذکر انشاء اللہ آیت رحمۃ للعالمین میں آئے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام پہلی کتابوں میں محمدؐ و احمدؐ فضائل کے ساتھ آیا ہے۔ لہذا آپؐ میں وہ فضائل و اوصاف بھی جمع ہیں۔ جن کا ظہور عرصہ دراز آپؐ سے پہلے ہو چکا ہے۔ پس باعتبار اس کے باب کے ساتھ مطابقت ہو گئی۔ نیز یہ آپؐ کے دونوں نام قرآن اور حدیث میں وارد ہیں۔ پس باعتبار تشریح کے ہم نے اس کو مستقل آیت کا حکم لگا کر آیت نمبر ۳ شمار کر دیا۔ آیت نمبر ۴ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ (سورۃ آل عمران)
میثاق اس سخت تاکیدی عہد و پیمان کو کہتے ہیں کہ جس سے وہ اقرار کرایا جائے وہ اسے توڑ نہ سکے۔ لَمَا میں لام توطیہ قسم کے لئے ہے اور ما شرطیہ ہے یا موصولہ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ دونوں مستقبل کے صیغے، با نون تاکید ثقیلہ شرط اور قسم کے جواب میں واقع ہوا۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہوا۔ اے انسان! یاد اے

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کو یاد کرو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا۔ کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت سے بذریعہ وحی عطا کروں پھر تمہارے پاس ایسا رسول آئے جو ان سب کی تصدیق کرے۔ جو تمہارے پاس ہے یعنی کتاب، حکمت اور نبوت۔ تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور اس کی امداد بھی کرنی ہوگی۔

تفسیر فتح البیان و جامع البیان اور ابن کثیر میں اس آیت کی دو تفسیریں مذکور ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے ان کے زمانہ میں عہد و پیمان لیا۔ مثلاً ایک نبی سے یوں اقرار کرایا۔ کہ اگر تیری زندگی میں کوئی ایسا رسول پیدا ہو جائے جو تیری نبوت کی تصدیق کرے تو اس کی رسالت پر اعتقاد رکھنا، اور اس کی امداد و اتباع کرنا تمہارا فرض ہے۔ یہ عہد و میثاق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ختم ہوا، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو جاتے، تو ان کا فرض تھا کہ آپ کی نبوت پر اعتقاد رکھتے ہوئے آپ کی امداد و اتباع بھی کرتے لیکن قرب قیامت سے پہلے جب آپ آسمان سے نازل ہوں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کر کے اس میثاق کو پورا کر دیں گے۔

Marfat.com

دوسری تفسیر باسناد صحیح حضرت علی رض اور ابن عباس رض اور طاؤس تابعی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر نبی سے یہ میثاق اور اقرار لیا کہ اگر تیری زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو جائے تو ان کی نبوت پر اعتقاد رکھنا، آپ کی امداد و اتباع کرنا تیرا فرض ہے۔ اگرچہ یہ دونوں تفسیریں بہ خیال حافظ ابن کثیر باہم مخالف و متضاد نہیں ہیں آیت اپنی جامعیت کے اعتبار سے دونوں کو شامل ہے۔ مگر تاہم جامع البیان اور ابن کثیر میں حضرت علی رض اور ابن عباس رض کی تفسیر کو ترجیح دی گئی ہے۔ یعنی یہ بہ نسبت پہلی تفسیر کے زیادہ صحیح ہے۔ کہ ہر نبی سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں میثاق لیا گیا، نیز ابن کثیر میں اس کی ترجیح کے متعلق چند احادیث بھی نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک مندرجہ ذیل ہے۔

مسند ابو یعلےٰ میں حضرت جابر رض سے باسناد صحیح مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم اہل کتاب یعنی یہود اور عیسائیوں سے کسی مسئلہ کا سوال نہ کیا کرو، کہ وہ خود گمراہ ہیں، تمہیں کس طرح ہدایت دے سکتے ہیں۔ اگر وہ تمہیں کوئی مسئلہ بتائیں اور وہ مسئلہ باطل ہو، اور تم اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کی تصدیق کر بیٹھو،

Marfat.com

یا وہ سچ ہو اور تم اس کی تکذیب کرو یعنی جھوٹا سمجھو، تو ان دونوں صورتوں میں نقصان ہے۔ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا بَیْنَ اَظْہُرِکُمْ مَاحَلَّ لَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ۔ یعنی خدا کی قسم تحقیق شان یہ ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان زندہ اور موجود ہوں۔ تو ان کو میری تابعداری کے سوا زندگی بسر کرنا حلال نہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہلے انبیاء کے زمانے میں ان کی زندگی میں موجود ہوتے تو ان پر فرض تھا کہ آپؐ کی تابعداری میں زندگی بسر کرتے، یا اگر تمام انبیاء آپؐ کی زندگی میں زندہ ہو کر آ جاتے۔ تو باوجود نبی مرسل ہونے کے ان کو گنجائش نہ تھی کہ آپؐ کی امداد اور تابعداری کے سوا زندگی بسر کرتے۔

ناظرین! یہ آپؐ کی کیسی شاندار فضیلت ہے کہ کسی نبی کو آپؐ کی اتباع کے سوا چارہ نہیں، اور ایک دفعہ یہ امر واقع میں بھی آ گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات بیت المقدس میں تمام انبیاءؑ جمع ہوئے۔ ان میں سے تین کا نام بھی بتایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ چونکہ یہ اولوالعزم نبی تھے اس لئے ان کا نام بیان کر دیا۔ پس نماز کا وقت ہو گیا

اور یں ان سب کا پیش امام ہوا۔ (مسلم مشکوٰۃ باب المعراج)
یہ امر مسلمہ ہے کہ امام بہ نسبت مقتدیوں کے بڑا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ کر اس امر کا اقرار کر لیا۔ کہ آپؐ ان میں سے بلند پایہ اور عالی درجہ ہیں۔ اس نماز سے انبیاءؑ کے میثاق کی تصدیق ہو گئی۔

جاننا چاہیئے کہ جو میثاق نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں انبیاءؑ کرام سے لیا گیا۔ اس کی ترجیح کی دلیل نفس آیت میں بھی مذکور ہے۔ مثلاً النَّبِيِّينَ جمع کا صیغہ ہے۔ جو سب نبیوں کو شامل ہے۔ اور فعلوں کے ساتھ کُمْ ھُمْ ضمیر متصل منصوب یعنی مفعول کی ضمیریں جمع کی ہیں۔ پھر وہ مستقبل کے صیغے جمع کئے ہیں۔ ان سب سے یہ واضح ہوا۔ کہ تمام نبیوں کا میثاق اللہ نے جمع کر کے ذکر کر دیا۔ پھر حرف ثُمَّ سے جو تراخی کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی اس سے پہلے معطوف علیہ کا تحقق ہو جائے تو پھر مدت کے بعد معطوف کے تحقق کی نوبت آتی ہے۔ اس بناء پر جس رسول کے بارے میں اقرار لیا گیا۔ وہ ان سب کے بعد آنے والا ہے۔ اور میثاق میں شامل نہیں۔ بلکہ اس سے الگ ہے۔ رہا یہ سوال کہ رسول اسم نکرہ غیر معیّن ہے۔ یعنی کوئی رسول، تو اس کا

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ رسول کی صفت مُصَدِّقٌ تصدیق کرنے والا آئی ہے۔ نحویوں کے نزدیک جب نکرہ کی صفت آ جائے تو نکرہ مخصوصہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی تنکیر زائل ہو جاتی ہے یعنی معرفہ کے قائم مقام ہو کر اس کی طرح مبتدا بننے کے لائق ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ہر نبی نے اپنے سے پیشتر کے نبی کی تصدیق کی جیسا کہ آیت سے ثابت ہے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چونکہ سب سے آخری نبی تھے۔ اس لئے آپؐ نے تمام نبیوں کی تصدیق کر دی۔ پس تصدیق کرنے میں بھی تمام نبیوںؑ سے آپؐ ہی کا مرتبہ بڑا اور بلند ہوا۔

آیت نمبر ۵ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ یعنی اے نبی! (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) یاد کر جس وقت ہم نے تمام نبیوںؑ میں سے ان کا عہد و پیمان پکڑا۔ اور آپؐ سے اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بیٹے مریم علیہم السلام کے سے، مفسرین کے نزدیک یہ تبلیغ کا میثاق ہے۔ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا اقرار لیا۔ کہ وہ اللہ کے دین کو قائم کریں۔ اور دنیا میں اس کی تبلیغ بھی نہایت کوشش سے کریں۔ جیسا

کہ آیت کا اگلا حصہ اس کی تائید کرتا ہے النَّبِیّٖن جمع کا صیغہ
تمام انبیاء کرام کو شامل ہے۔ لیکن ان میں سے پانچ نبیوں
کا نام لے کر خصوصیت سے بیان کیا گیا۔ کہ یہ اولوالعزم رسل
تمام نبیوں سے اشرف و برتر ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام
سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک حسب ترتیب زمانہ
یعنی سب سے پہلے حضرت نوح ع، پھر حضرت ابراہیم ع ان کے
بعد حضرت موسیٰ ع، پھر ان کے بعد حضرت عیسیٰ ع پس ترتیب
زمانی کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر
سب کے بعد ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں
لیکن بخلاف اس کے آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے۔
اگر آپ کا دین اور اس کی تبلیغ سب سے اکمل و وسیع
نہ ہوتی تو بقول مفسرین کے آپ کا ذکر سب سے پہلے
نہ کیا جاتا۔ ہر نبی کی تبلیغ اس کے زمانے تک محدود تھی
جب اس کا زمانہ ختم ہو جاتا تو دوسرے نبی کی تبلیغ ہونی
شروع ہو جاتی بخلاف آپ کی تبلیغ کے کہ اس کا سلسلہ
حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شروع ہوا۔ اور بدستور
ہر زمانہ میں جاری ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کا اجرا
قائم رہے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان پانچ نبیوں
سے افضل و برتر ہیں۔ اسی لئے سب سے آپ کا ذکر مقدم

Marfat.com

کیا گیا، حدیث میں ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
(بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ باب الجمعۃ) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے کہ ہم دنیا میں سب سے پیچھے یعنی آخر زمانہ
میں آئے، لیکن قیامت کے دن درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے
ہم سب سے پہلے ہوں گے۔ یاد رہے کہ افراد کا ذکر کرتے وقت
جب آخری فرد کو سب سے پہلے ذکر کیا جائے۔ تو وہ فرد
ان سب سے عالی مرتبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

آیت نمبر ۶۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ
یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یعنی مومن
وہ لوگ ہیں جو پیروی کرتے ہیں رسول نبی ان پڑھ کی جس کو اپنے نزدیک توراۃ
اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ ان پڑھ کا یہ مطلب ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بلکہ ہر نبی صادق نے دنیا
میں کسی استاد سے تعلیم نہیں پائی۔ ہر نبی صادق کا معلم
وحی کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ تورات و انجیل کا
آیت میں خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر ہے۔ کہ وہ
قرآن کے ماسوا سب آسمانی کتابوں سے افضل ہیں۔ قرآن
ان دونوں کتابوں کی صفت میں ہدایت اور نور کا لفظ
استعمال کرتا ہے (رسول ملائکہ ﷺ) پھر اس تورات و انجیل کی

Marfat.com

صفت ہے۔ جو حضرت موسٰی علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اتاری گئیں۔ نیز تحریف و تبدیلی سے پاک و منزّہ تھی۔ افضل و اشرف نبی کا ذکر اعلیٰ مرتبہ کی کتاب میں ہی ہوتا ہے۔ حضرت کعب رض تورات سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم تورات میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اللہ فرماتا ہے۔ وہ میرے برگزیدہ بندے ہیں، وہ بے ہودہ گو اور سخت کلام نہیں ہوں گے، اور وہ بازاروں میں شور نہیں کریں گے، اگر کوئی شخص ان سے برائی کرے گا تو وہ اس کے بدلہ میں برائی سے پیش نہیں آئیں گے، بلکہ اس کو معاف کر دیں گے اور خطا بخش دیں گے۔ ان کی پیدائش مکہ شہر میں ہوگی اور شہر طیبہ یعنی مدینہ اس کی ہجرت گاہ ہوگی، اور اس کی حکومت ملک شام میں ہوگی (دارمی، مشکوٰۃ باب فضائل النبی) شام کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا ملک ہے اصحابہ رض نے وہاں بہت کوشش سے جہاد کئے اور اس کو فتح کیا، ورنہ آپ کی حکومت تو دور دراز تک پہنچ چکی تھی۔

جاننا چاہئے کہ موجودہ تورات و انجیل وغیرہ حال میں بہ صورت بائیبل جو یہود اور عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔

اگرچہ تحریف اور تخریب کی وجہ سے ان کتابوں کی شکل مسخ ہوچکی ہے۔ تاہم ان میں بعض ایسی بشارتیں پائی جاتی ہیں۔ جو سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے کسی دوسرے نبی پر صادق نہیں آسکتیں۔ توراۃ کی بیان کردہ صفات جس نبی میں جمع ہوں، وہ یقیناً سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوتا ہے۔

اب دوسری قسم کے فضائل کو ھدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

پیدائش کے بعد کے فضائل

آیت نمبر ۱۔ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝
(ترجمہ) یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ کی زندگی کی قسم بے شک وہ (حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے آدمی) اپنی بے ہوشی میں حیران پھرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے حالات نہایت احسن اور پاکیزہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں سے خصوصیت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی ہی کی قسم کھائی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی زندگی ان سب سے رفیع القدر اور بلند پایہ نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم نہ کھاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کے حالات پاکیزہ تعلیم سے پُر ہیں اور تمام عمر کے واقعات شرع اسلام کی سچی تصویر اور بہترین نمونہ ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی عمر کی قسم کھائی۔ دیگر کسی پیغمبر کی عمر کی قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم نہیں کھائی

Marfat.com

ت ضمیر مخاطب سے بعض نے حضرت لوط علیہ السلام مراد لئے ہیں۔ کہ ملائکہ نے ان کو یہ مقولہ کہا۔ لیکن جمہور مفسرین نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مراد لیتے ہیں اور یہ مسلک اقرب الی الصواب ہے۔ تمام اہل تفسیر اس آیت سے آپ کا مقام رفیع، تشریف عظیم اور جاہ عریض ثابت کرتے ہیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی بناء پر تمام مخلوق سے آپؐ کی فضیلت ثابت کی ہے وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ وَمَا ذَرَءَ وَمَا بَرَاَ نَفْسًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَمَا سَمِعْتُ اللّٰہَ اَقْسَمَ بِحَیٰوۃِ اَحَدٍ غَیْرِہٖ قَالَ اللّٰہُ لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ الآیہ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم، تحت آیت مذکورہ بحوالہ ابن جریر و اکلیل بر حاشیہ جامع البیان بحوالہ مسند ابویعلیٰ موصلی) یعنی نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اور نہیں پھیلایا اور نہیں از سرِ نو پیدا کیا کسی نفس کو بہت اکرم یعنی سب سے زیادہ صاحب عزت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اور میں نے اللہ کو آپؐ کی زندگی کے سوا کسی کی قسم کھاتے نہیں سنا۔ پھر حضرت ابن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ نبوت مبعوث فرمایا یعنی نزول وحی سے مشرف کیا (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ باب بدء الوحی)۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وحی کی وسعت کے لحاظ سے بھی

Marfat.com

تمام انبیاء سے اشرف و عالی جاہ تھے۔

آیت نمبر ۸ اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ‌ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا (سورہ نساء) یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کی طرف ایسی وحی کی ہے، جیسا کہ ہم نے حضرت نوحؑ اور جتنے نبی اس کے بعد ہوئے ہیں۔ ان کو وحی کی اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور اس کی اولاد سے جو نبی ہوئے اور حضرت عیسٰیؑ اور حضرت ایوبؑ اور حضرت یونسؑ اور حضرت ہارونؑ اور حضرت سلیمانؑ کی طرف وحی کی اور ہم نے حضرت داؤدؑ کو کتاب زبور عطا کی۔ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کو حضرت نوح علیہ السلام کی وحی سے لے کر تمام نبیوں کی وحی سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی مشبّہ ہے اور ان کی وحی مشبّہ بہ وحی کے معنی لغت میں کسی بات کا القا کرنے یا اشارہ کرنے کے ہیں۔ لیکن شریعت کے عرف میں اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام سے کلام کرنا اور ان کو تعلیم دینا ہے۔ النبیین صیغہ جمع میں تمام نبی آ جاتے ہیں۔ مگر بعض اعلےٰ و افضل

افراد خصوصیت سے دوبارہ الگ ذکر کئے گئے کیونکہ ان کے ساتھ آپ کی نبوت کی مشابہت ہے۔ حضرت نوح ؑ کا سب سے پہلے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نوح ؑ سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک جس قسم کی وحی تمام نبیوں کو عطا کی گئی ان تمام اقسام کو جو الگ الگ تھیں، اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکیلے کو وحی سے ممتاز فرمایا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وسعت علمی کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ پہلے انبیاء کے علم اور وحی سے کوئی ایسی قسم نہیں۔ جو بلحاظ کمیّت و کیفیّت اور مضمون کے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل نہ کی گئی ہو۔ تمام انبیاء ؑ کی وحی اور علم ایک طرف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وحی اور علم دوسری طرف، آپ کا تمام انبیاء کے مقابلہ میں وسیع العلم ہونا اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ آپ کثرتِ علوم میں ان سب سے بلند پایہ اور اعلیٰ مرتبہ ہیں۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ کم علم کے مقابلہ میں زیادہ علم والا نہایت اشرف و برتر سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وحی کو باوجود سب سے آخری ہونے کے مندرجہ ذیل آیت میں سب سے پہلے ذکر فرمایا كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ (آغاز سورۃ شوریٰ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اے نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

Marfat.com

آپ پر وحی کی ہے اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھے۔ یعنی انبیاءؑ علیہم السلام۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی اور علم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کی وحی سے اشرف و اعلیٰ نہ ہوتا تو اس کا ذکر ان سب سے پہلے نہ کیا جاتا۔

جاننا چاہئے کہ سابقہ انبیاء کی باعتبار شریعت و کتاب کے دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہیں ایسی شریعت و کتاب منیر ملی جو پہلی شریعت کی ناسخ ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام وغیرہ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں، جن کو پہلی شریعت کی تائید میں چھوٹی چھوٹی کتابیں ملیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی وحی پہلے نبیوں کی وحی کے مقابلہ میں اس سب جیسی وحی عطا کرتے ہوئے علمیت سے نواز کر افضل ثابت کر دیا۔ کتاب منیر آپ پر اعجازی کلام قرآن نازل فرمایا گیا، جس کو جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے لاکر آپ کو سکھایا کرتا تھا۔ اور پہلے نبیوں کے صحیفوں کی بجائے آپ پر حدیث نازل کی گئی، جو قرآن مجید کی تفسیر اور اس میں احکام اسلام کی تفصیل بھی پائی جاتی ہے اور وہ ہر قسم کی وحی سے لبریز بھی ہے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام نبیوں کے علم کے برابر ثابت ہوا۔ تو سب

Marfat.com

علمی کمالات حاصل ہونے کی وجہ سے اسے دین کامل قرار دیا
آیت نمبر۹ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (سورہ مائدہ) ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بمعہ اُمت کے خطاب الٰہی ہوا۔ کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور اپنی نعمتیں بھی تم پر پوری کر دیں، اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔ اَلْیَوْمَ جس کا ترجمہ آج کا دن ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی؛ اسی دن اسلام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس سے پہلے ناقص تھا۔ پورا یا مکمل اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس کے تمام اجزاء جمع ہو جائیں، کوئی جُز اس کی باقی نہ رہے کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے اور نہ اس سے نکالی جا سکے۔ کہ ان دونوں صورتوں میں وہ چیز مکمل نہ رہے گی قرآن و حدیث میں دیگر کمالات کے علاوہ یہ ایک عظیم الشان کمال ہے کہ ان دونوں میں جو تعلیم مذکور ہے وہ کامل اسلام ہے آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شریعت مقرر کرنے والا خدا ہی ہے۔ جس مسئلہ کا ثبوت خدا اور رسول سے نہ ہو۔ وہ شریعت کا مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ جس پر عمل کرنا صریح کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر ایسا کمال

اور شرف بخشا، جس میں آپ کا کوئی شریک نہ تھا۔ کیونکہ پہلے انبیاء علیہ السلام کے دین ان کی قوم کے لئے تو بے شک کامل تھے لیکن جب ان کی نبوت کا زمانہ گزر جاتا تو ان کے دین کی تکمیل بھی زائل ہو جاتی تھی۔ بخلاف اس دین کے کہ یہ ہمیشہ کے لئے تمام جہاں کے لئے کافی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معرفت اس امت کو کامل دین دے کر بہت عظیم الشان نعمت سے ممنون فرمایا۔ جس سے تمام نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ دین اسلام کو پسند فرماتا ہے۔ اس دین کے ہوتے ہوئے امت کو کسی دوسرے دین کی محتاجی نہیں رہتی اور نہ ہی کسی نئے نبی کی ضرورت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر پر ختم نبوت کا تاج پہنایا۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کسی چیز کے حرام حلال ہونے کا حکم نہ ہوا۔ نیز اس کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکیاسی دن زندہ رہے۔ پھر اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ یہ آیت سن ہجری کے دسویں سال حجۃ الوداع میں جمعہ کے دن میدان عرفات میں نازل ہوئی تکمیل اسلام کی ایسی بے نظیر الشان اور ذی عظمت فضیلت ہے۔ جسے

دیکھ کر مخالفین اسلام کو رشک پیدا ہوتا ہے۔ تفسیر مذکور میں بحوالہ بخاری و مسلمؒ اور مسند امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ حضرت طارق بن شہابؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آئت ہے جس کو تم پڑھا کرتے ہو، کاش کہ اگر ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ یعنی ہمارے لئے خوشی کا مقام ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ وہ کون سی آیت ہے؟ تب اس یہودی نے اس آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ الخ کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت جس دن جس گھڑی اور جس جگہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ یہ آیت حجۃ الوداع کو میدان عرفات میں جمعہ کے دن پچھلے پہر نازل ہوئی۔ گویا حضرت عمرؓ نے اس یہودی کو یہ جواب دیا کہ حج کے دن عرفات میں جمع ہونا اور جمعہ کے دن مسلمانوں کا اجتماع یہ اہل اسلام کی دونوں عیدیں ہیں۔ یعنی ہم ان دنوں میں عید مناتے ہیں۔ یہودی تو ایک عید کا رشک کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو دو عیدوں کا ثبوت دے دیا۔ مخالفین اسلام کو رشک کیوں نہ پیدا ہو وہ اپنے مذہب کی تکمیل کا دعوٰے تو کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن ان کی کتابیں اس

کا انکار کرتی ہوتی ان کو صاف جواب دیتی ہیں۔ چنانچہ انجیل میں مسیح کا ارشاد ہے "یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا ہوں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"۔ (متی باب ۵ درس ۱۷) اگر حضرت مسیح سے پہلے تورات یا نبیوں کی کتابیں تکمیل کو پہنچی ہوئی ہوتیں، تو وہ ان کے پورا کرنے کے لیے تشریف نہ لاتے۔ اب ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ انھوں نے ان کو پورا کیا ہے یا نہیں؟ پس انجیل ہمیں اس بات کی راہنمائی کرتی ہے۔ کہ وہ اپنی تعلیم کو ہی پورا نہیں کر سکے۔ تو پہلی کتابوں کی تکمیل کیسے کر سکتے تھے چنانچہ انجیل میں ان کا اپنا ارشاد ہے۔ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح حق آئے گا، تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا" (یوحنا باب ۱۶ درس ۱۲ تا ۱۴) حضرت مسیحؑ کا صاف اقرار ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو اپنی تعلیم کی تمام باتوں سے آگاہ نہیں کیا۔ اگر تمام باتیں بتا جاتے۔ تو ان کی تعلیم کامل ہو جاتی۔ لیکن شاگردوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میرے بعد ایک روحِ حق آنے والی ہے۔ جو تمہیں سچائی کا راہ دکھائے گی"۔ روح الحق کے بارے میں مسلمان

Marfat.com

اور عیسائیوں میں پرانا تنازع چلا آتا ہے۔ "روح حق سچے نبی کو کہتے ہیں" جیسا کہ یوحنا کا پہلا خط اس بات کی گواہی دیتا ہے"۔ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو کوئی روح یسوع کا اقرار نکرے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے" (باب ۴ درس ۲ تا ۳) اس عبارت میں روح کے لفظ سے نبی مراد لیا گیا ہے۔ جو نبی مسیح کی سچائی کا اقرار کرے، وہ سچا ہے اور جو انکار کرے وہ جھوٹا۔ پس روح حق کے معنی ہوئے سچا نبی اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآن و حدیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کیا، اور پُرزور اس کی تصدیق بھی کی۔ پس حضرت مسیح جس روح الحق کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے تمام سچائی کی راہ دکھا کر دین اسلام کو کامل کر دیا، پھر اس کی صفت میں یہ بھی ارشاد ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ یہ تعریف بھی لفظ بہ لفظ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہی صادق آتی ہے، قرآن میں ارشاد باری ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ نجم) یعنی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں

بولتے، اُن کا بولنا نہیں مگر خدا کی وحی ہے۔
یاد رکھنا چاہیئے کہ پرانی انجیل میں روح حق کی بجائے تسلی دینے والا اور شفیع کا لفظ آیا ہے۔ اور اس سے پرانی انجیلوں میں پاریکلطس جس کو عربی کی شکل میں فارقلیط بنایا گیا ہے جس کے معنی ہیں دوسرا رسول، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسیحؑ کے بعد دوسرے رسول ہیں۔ یونانی انجیل کے پرانے نسخہ میں بجائے اس کے پاراکلطوس آیا ہے۔ جس کا ترجمہ بعینہٖ احمدؐ ہے۔ ناظرین! کیسی عظیم الشان فضیلت ہے جس کی شہادت مخالفین کی کتابوں میں درج ہے۔ باقی رہا آریہ سماج کا مذہب تو اس کے متعلق بات ہی کیا کرنا ہے۔ کہ ان کے ہر چہار ویدوں میں اس ضروری امر کا بھی ذکر نہیں کہ یہ کس شخص پر نازل کئے گئے اور نہ ہی ان کے نازل کرنے والے کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے نزول کی کیفیت مذکور ہے۔ سناتن دھرم کا عقیدہ ہے کہ چار وید ایک شخص برہما پر نازل ہوئے۔ لیکن آریہ سماج اس کی مخالفت کرتے ہوئے دعوٰے کرتے ہیں کہ یہ چار رشیوں پر اتارے گئے۔ اور ویدوں سے اس بات کا ثبوت بھی نہیں دکھا سکتے کہ وہ چار رشی انسان تھے یا غیر انسان۔ پنڈت دھرم بھکشو لے جو آریہ دھرم کا سرگرم

وکیل ہے۔ اپنی کتاب "کلام الرحمٰن" میں رشیوں کے انسان ثابت کرنے پر بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور خاک چھانی لیکن ناکام رہا۔ پس جن کتابوں کی ایسی ابتر حالت ہو اس کو اپنے مذہب کی تکمیل اور عالمگیر ہونے کا دعوے کرنا موجب شرم ہے۔ عالمگیر دین وہی ہو سکتا ہے۔ جو اپنی ذات میں کامل اور اکمل ہو۔ کامل دین کا جب ناقص دینوں سے مقابلہ کیا جائے۔ تو وہ اپنی کثرت اجزا اور وسعت کے باعث سب ادیان پر غالب آتا ہے، اور وہ اسلام ہے۔

آیت نمبر ۱۰۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۱۱ (سورہ اعراف)

یعنی خدا وہ قادر ہے کہ جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا۔ کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرک لوگ اس غلبہ کو برا منا دیں۔ لیظہرہٗ میں جو ضمیر متصل منصوب ہے یا تو وہ رسول کی طرف پھرتی ہے یا دین کی طرف ہر دو صورتوں میں مطلب ایک ہی ہے۔ اس آیت میں رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دین اسلام دے کر دنیا میں بھیجنے کی علت غائی بیان کی گئی ہے کہ آپؐ کی معرفت دین اسلام کو سب ادیان پر غالب کیا جائے۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے دنیا

Marfat.com

میں تشریف لانے سے پہلے تمام ادیان باطل تھے۔ تب ہی تو اس کو ان سب پر غالب کرنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ غالب اور مغلوب میں مخالفت ہوتی ہے نہ موافقت اگر ان میں سے کوئی دین سچائی پر ہوتا، تو اسلام اس کی تائید و تصدیق کرتا، اور یہ ظاہر ہے کہ غالب کو مغلوب پر فضیلت ہوتی ہے۔ پس اسلام کو خصوصیت کے ساتھ تمام ادیان پر فوقیت اور بلند پایہ حاصل ہوا۔ اور جس رسول کو ایسا دین عطا کیا جائے۔ وہ یقیناً تمام رسولوں سے افضل و اعلےٰ ہوتا ہے۔ اور وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں، مشرکوں کو یہ دین اس لئے ناگوار گزرتا ہے کہ اس میں خصوصیت کے ساتھ اللہ کی توحید اور ہر قسم کی عبادت خاص اسی کے لئے کرنے پر نہایت معقول دلائل کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ اور ہر قسم کا شرک خصوصاً پیغمبر پرستی، اولیاء پرستی، قبر پرستی، بت پرستی اور آتش پرستی وغیرہ کو ایسے معقول اور قوی دلائل سے باطل ثابت کیا گیا ہے۔ بلکہ اسے جڑ سے اکھاڑ کر ایسا برباد کیا گیا ہے۔ کہ مشرک لوگ اس کی مرمت کرنے سے تا حال عاجز ہیں مشرک کی عادت ہے کہ وہ توحید کا وعظ سنکر دل تنگ کرکے بھاگ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کے غلبہ کا ایک

Marfat.com

یہ بھی ثبوت ہے۔ کہ یہ امن کا شہزادہ ہے۔ دنیا میں اس کے قوانین نافذ کرنے سے ہر قسم کا امن اور ہر شخص کی عزت قائم رہتی ہے۔ اس کے سوا دنیا میں ہر قسم کا ظلم اور بدمعاشی پھیل جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے خاندانوں کی عزتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ لہذا مخالفین کو بھی اس کے سوا چارہ نہیں۔ خصوصاً عیسائی اور آریہ اس کی مخالفت میں بڑے سرگرم ہونے کے باوجود بھی اس کے محتاج ہیں جیسا کہ انشاء اللہ ذکر کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اس کو جہانی غلبہ بھی کما حقہٗ حاصل ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ تو اہل مکہ بلکہ تمام عرب کے باشندے دشمن ہو گئے۔ آپؐ کے لئے اور چند صحابہ کرام رضؓ کیلئے جو آپؐ پر ایمان لائے تھے، قتل کے منصوبے ہونے لگے، اور طرح طرح کی تکالیف اور مصیبتیں اٹھائیں۔ جیسا کہ کتب احادیث و سیر میں مذکور ہے۔ انجام کار مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں ہجرت کی، لیکن کفار نے وہاں بھی آرام نہ لینے دیا۔ پہلے چھیڑ خانی کی۔ پھر اہل اسلام نے ان کے دفع کرنے کے لئے باوجود مٹھی بھر جماعت ہونے کے ان کا مقابلہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ

Marfat.com

اور ان کے بعد کے زمانہ میں جس قدر فتوحات ہوئیں، اور جن ملکوں میں کفر کی جڑیں مضبوط تھیں۔ ان کو اکھاڑ کر ان کی جگہ اسلام کے درخت لگائے گئے، وہ بڑھے اور پھل دینے لگے۔ ان کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ کتب احادیث اور تواریخ میں ان کا مفصل ذکر ہے۔ یہ غلبہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک بشارت کی بناء پر عطا کیا گیا۔ حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو جمع کیا یعنی سکیڑ دیا۔ پس میں نے اس کے تمام مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور میری اُمت کی حکومت زمین سے اس جگہ تک پہنچ جائے گی۔ جس قدر وہ میرے لئے جمع کرکے دکھائی گئی ہے (بخاری، مسلم باب فضائل النبیؐ) نیز آیت مذکور کے ماتحت ابن کثیر میں بحوالہ مسند امام احمد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بشارت دی کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ دنیا میں کوئی گھر ایسا نہیں رہے گا۔ خواہ وہ آبادی میں ہو یا جنگل میں مگر اس میں اسلام کا کلمہ داخل ہو جائے گا۔ پس اسلام اپنے میں ہر کمال اور اپنی وسعت اور پر زور صداقت کے باعث جب ہر دین پر غالب ہے تو ایسا ہی مذہب عالمگیر ہو سکتا ہے۔

آیت نمبر ۱۱۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (سورۃ اعراف) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عظیم الشان حکم سے خطاب کرتا ہے۔ کہ آپؐ اعلان کر دیجئے۔ کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے تنازعہ ہونے پر ابوبکرؓ کی فضیلت میں اس آیت کو صحابہؓ کی حاضری میں پڑھا، کہ میں نے یہ دعوت تمہیں سنائی۔ تو تم سب نے نہ مانا یعنی معجزے طلب کئے اور دیکھنے پر ایمان لائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ صرف واحد آدمی تھے۔ جنہوں نے بغیر کسی معجزے اور جھگڑے کے میری تصدیق کی (بخاری۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم تحت آیۃ مذکورہ) اس آیت میں مذکور ہے کہ آپؐ کی نبوت مکان و زمان کے لحاظ سے عالمگیر اور قیامت تک کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی اُمت دوسرے انبیاؑ علیہم السلام کی امتوں سے بہت زیادہ ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے۔ کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً یعنی ہر نبی اپنی قوم کی طرف خصوصیت کے ساتھ بھیجا جاتا تھا اور میں عام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ دوسری حدیث وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ

بِیَ النَّبِیُّوْنَ (بخاری مسلم مشکوٰۃ باب فضائل النبی) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میں عام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔ لفظ خلق جن اور انسان دونوں کو شامل ہے۔ کافّہ کے معنی عام ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تمام جنوں اور انسانوں کے لئے تا قیامت عام ثابت ہو چکی۔ تو پھر آپؐ کے بعد نئے نبی کی ضرورت نہ رہی۔ آپؐ کی رسالت کا عام ہونا ختم نبوّت کی علت ہے۔ جنّات کو بھی آپؐ نے تبلیغ اسلام کی اور وہ بھی مسلمان ہوئے۔ احادیث میں ان کے واقعات موجود ہیں۔ کہ جنوں کے وفد آئے۔ آپؐ بھی کبھی کسی صحابی کو ساتھ لے کر ان کو وعظ سنانے جایا کرتے تھے بعض جن آپؐ کے صحابی بھی تھے۔ اور اپنی قوم کے مبلّغ بھی" دیکھو تفسیر ابن کثیر تحت آیت وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ الآیہ (سورۃ احقاف رکوع ۴) اور ابتداء سورۂ جن) ان آیات و احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ آپؐ کی نبوّت یعنی مجموعہ اسلام عالمگیر ہے۔ بایں معنی کہ اس پر عمل کرنے والا اپنی ہر حالت میں عمل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام اس کے تمام احوال میں راہ نمائی کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں باعتبار زمان و مکان وسعت ہے۔ اور قیامت تک ختم ہونے والی نہیں

بخلاف دوسرے انبیاءؑ کی نبوّت کے کہ اس میں وسعت بھی نہیں اور وقت کے لحاظ سے بھی محدود تھی۔ لہٰذا وسیع اور غیر محدود چیز عقلاً بھی افضل ہونی چاہیئے۔ اسلام کے عالمگیر ہونے میں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسی عظیم الشان اور رفیع القدر فضیلت کا مالک بنا کر مدارج کے ایسے مینارہ کی بلندی پر جگہ دی۔ کہ مخلوق میں سے کوئی نبی کوئی فرشتہ وہاں تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس مسئلہ پر مخالفین اسلام کے کچھ شبہات ہیں۔ خصوصًا پادری عبدالحق کو اپنے وعظوں میں کے بہت دفعہ وہ شبہات بیان کرتے ہوئے سنا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ان شبہات کی تردید بصورت مناظرہ تحقیق کر کے ہدیۂ ناظرین کریں۔ پادری صاحب کے شبہات کے لیئے ہم نے لفظ "اعتراض" اختیار کیا ہے۔ اگرچہ وہ الزامی جواب میں کبھی عجیب بھی بن جائیں۔ مگر تاہم ان کا مقصد اعتراض ہی ہے اور ان شبہات کے ازالہ کے لیئے اپنی طرف سے لفظ "جواب" موزوں سمجھا گیا ہے۔

Marfat.com

بصورت مناظرہ

اسلام کے عالمگیر ہونے کی تحقیق

{ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کے مذاہب میں سے صرف اسلام ہی عالمگیر اور سارے جہان کے لئے کافی وافی ہے}

(۱) اعتراض

اسلام کے عالمگیر ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور باطل ہے اگر یہ عالمگیر ہوتا، تو اس کے ہر مسئلہ پر ہر انسان ہر حالت میں عمل کر سکتا۔ لیکن یہ واقع کے خلاف ہے۔ دیکھو اسلام کے پانچ بناؤں میں سے دو بناء زکوٰۃ اور حج ہیں۔ جن پر سوائے تونگر اور مالداروں کے غریب اور مفلس لوگ عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں قبلہ کی طرف نماز پڑھنا اسلام میں عین فرض ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں یہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان کسی جنگل میں چلا جائے، اور اس کو قبلہ معلوم نہ ہو، تو اس کے لئے حکم ہے کہ جس طرف بھی چاہے منہ کر کے نماز ادا کر سکتا ہے وغیرہ

(۱) جواب

ہر حالت میں ہر انسان تو کسی مذہب پر بھی عمل پیرا

Marfat.com

نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے
کہ دنیا میں جتنے مذاہب موجود ہیں۔ وہ اعتقادات اور
اعمال سے مرکب ہیں۔ اعتقادی باتوں پر تو ہر انسان
عاقل ہر وقت پر قائم رہ سکتا ہے۔ بخلاف اعمال و
احکام کے، کیونکہ ان کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے
لہذا ہر انسان ہر حالت میں ان سب پر عمل نہیں کر سکتا
اس لئے اسلام نے اس کے متعلق ایک عقلی و فطری
اصول قائم کیا ہے۔ قرآن فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا
اِلَّا وُسْعَهَا (سورۃ بقرۃ) یعنی اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں
دیتا مگر اس کی طاقت اور وسعت کے مطابق، یعنی انسان
جتنا بوجھ اُٹھا سکے، اس کی حسب طاقت اس پر ڈالا جاتا
ہے، اور جس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت نہ رکھے وہ اس
پر سے ساقط کیا جاتا ہے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان ہے۔ کہ جب میں تمہیں کوئی حکم دوں۔ تو اس کو
حسب طاقت عمل میں لاؤ، اور جس چیز سے تمہیں روکوں
رُک جاؤ (ابن ماجۃ باب اتباع سنت) یعنی انسان کو جس حکم پر
عمل کرنے کی طاقت ہو، اس کا تو وہ مکلف ہے۔ ناظرین
یہ کیسا سنہری اصول اور عدل و فطرت کے موافق ہے۔
جس سے کوئی منصف انسان انکار نہیں کر سکتا۔ اس

Marfat.com

کی مثال اس طبیب ماہر کی سی ہے۔ جو ہر مریض کو اس کی مرض کے موافق الگ الگ دوا استعمال کراتا ہے۔ اگر ہر مریض کو ایک ہی دوا کا استعمال کرائے تو وہ طبیب ماہر نہیں بلکہ احمق ہے۔ پس اس اصول کی بناء پر جو میزانِ عدل پر تلا ہوا ہے۔ انسان کی ہر حالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کے احکام و قوانین قائم کئے گئے۔ مثلاً تندرست کے جو مسائل ہیں بیمار سے ساقط ہیں کیونکہ وہ اس کی طاقت سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح مقیم کے مسائل کا مکلّف مسافر نہیں ہو سکتا۔ اغنیاء و مالداروں کے مال چونکہ غرباءُ اور فقیروں میں ان کی طاقت نہیں لہٰذا اسلام ان کو معذور جانتا ہے۔ الغرض انسان کی کوئی ایسی حالت نہیں، جس کے لئے حسب طاقت اسلام میں احکام و مسائل پائے نہ جاتے ہوں۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جس شخص کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور دیوانہ آدمی جو دیوانگی کی حالت میں مر جائے اور کفار کی چھوٹی اولاد جنہیں بلوغت سے پہلے موت آچکی ہو۔ اسلام نے ان کا بھی انتظام کیا ہے خدا فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل) یعنی ہم کسی کو عذاب نہیں کرتے، جب

Marfat.com

تک ہم اس کی طرف رسول نہ بھیجدیں۔ یعنی کسی مبلغ کے ذریعے، جب تک کسی کو اسلام کی تبلیغ نہ پہنچے۔ اس پر عذاب کا بوجھ ڈالنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ معذور ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے ماتحت اپنے اسناد سے بہت سی احادیث منقول ہیں۔ بعض ان میں سے صحیح اور حسن اور بعض ضعیف جو مضمون کے لحاظ سے صحیح کے مطابق ہیں۔ ان میں ذکر ہے کہ قیامت کے دن دیوانہ اور کافر کا نابالغ لڑکا اور جس کو اسلام کی تبلیغ نہیں پہنچی وغیرہ، یہ خدا کے سامنے عذر کریں گے کہ ہمیں اسلام کی تبلیغ نہیں پہنچی۔ لہذا ہمیں معذور سمجھا جائے۔ پس خدا تعالی اپنے عدل کو بحال رکھنے کے لئے ان کا امتحان لیتا ہوا حکم کرے گا۔ کہ تم آگ میں چھلانگ لگاؤ۔ پس ان میں سے جو لوگ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیں گے ان کو نجات ہوگی، اور جو لوگ اپنے آپ کو آگ میں ڈالنے سے انکار کریں گے۔ وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اس امتحان سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ جنہوں نے حکم الہی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا، اگر ان کو دنیا میں تبلیغ پہنچ جاتی، تو قبول کر لیتے اور جنہوں نے انکار کیا وہ دنیا میں بھی انکار کرتے۔ لیکن بحکم آیت

Marfat.com

مذکورہ کے معذور ہونے کے اعتبار سے انجام کار ان کو بھی
رہا ہی کیا جائے گا۔ پس اس اصول کی بناء پر عالمگیر مذہب
کی جامع مانع تعریف یہ ہوئی۔ کہ وہ انسان کی ہر حالت
میں حسب طاقت اپنے قوانین کے اعتبار سے راہنمائی کرے

نتیجہ

اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اس تعریف میں پادری
صاحب کے سب اعتراضات کا جواب تو آگیا۔ لیکن ہم
ان کے سمجھانے کے لئے انجیل کا ایک واقعہ نقل کرتے
ہیں تاکہ ان کو ایسے فضول شبہات کی جرأت پیدا نہ ہو
چونکہ زکاۃ اور حج غریب سے ساقط ہیں۔ اس لئے کہ اس
کی طاقت سے بالاتر ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام
نے ایک مالدار آدمی کو فرمایا۔ کہ اگر تو کامل ہونا چاہتا
ہے۔ تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے
آسمان پر خزانہ ملے گا۔ اور آ میرے پیچھے ہو لے۔ مگر وہ
جوان یہ بات سن کر غمگین ہو کر چلا گیا۔ کیونکہ وہ بڑا
مالدار تھا۔ (متی باب ۱۹ درس ۲۱ تا ۲۲) حضرت مسیح ؑ نے مالدار
کو غریب پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا اور پادری صاحب
کے خیال کے مطابق یہ ڈبل غلطی ہے۔ کیونکہ ان کے
نزدیک عالمگیر وہ مذہب ہے۔ جس پر ہر انسان ہر حالت

Marfat.com

ہیں عمل کر سکے، لیکن غریب آدمی جو خیرات لینے کا مستحق ہے
وہ خیرات کیسے کر سکتا ہے؟ پس ظاہر ہوا کہ غنی کا حکم فقیر
سے مختلف ہے۔ اگر تمام لوگ ہی غنی ہو جاتے۔ تو خیرات
کا اجر باطل ہو جاتا۔ اسی طرح اگر سب لوگ غریب و مفلس
ہوتے تو خیرات کا مسئلہ ہی نہ ہوتا۔ اگر پادری صاحب اپنے
اعتقاد کے موجب یہ عذر کریں۔ کہ انجیل کی ایسی باتوں
پر عمل کرنا کوئی ضروری نہیں۔ صرف مسیح کی الوہیت،
صلیب اور کفارہ کے اعتقاد پر ہی مدار نجات ہے۔ اعمال
کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس سے یہ بھی ثابت
ہوا۔ کہ عیسائی مذہب میں کوئی نیک عمل ضروری نہیں
خصوصًا غریب پروری اور ہمدردی کا تو اس میں نام و
نشان نہیں۔ اگر نیک اعمال کی ضرورت نہیں تو بد اعمال
کی تو یقینًا ضرورت ہے۔ مثلاً زنا، چوری، خون وغیرہ اس
کو عیسائی کفارہ کی جرأت پر ضرور عمل میں لائیں گے۔
جب مسیح سارے گناہ اٹھا کر لے گیا۔ اگر یہ چیزیں بھی
گناہ ہیں۔ تو مسیح کے کفارہ سے مٹائی جائیں گی اور نجات
میں حائل نہ ہوں گی۔ اور اگر ان سے رکنا ضروری ہے، تو
عیسائی مذہب میں نیک اعمال یقینی طور پر ثابت ہیں
جو عیسائی عقیدہ کے خلاف ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیکی بھی

کیا۔ اور روکھا بھی کمایا گناہ کے کفارہ کی بنار پر مسیح کو سولی پر بھی چڑھا دیا، تاکہ ہر عیسائی کے سب گناہ مٹ جائیں۔ اور نیک اعمال کی، جن سے بچنے کے لئے کفارہ قائم کیا گیا تھا۔ ضرورت بھی باقی رہی۔

(۲) اعتراض

اسلام میں پورے ماہ رمضان میں روزے رکھنا فرض ہے۔ لیکن قطب شمالی اور قطب جنوبی میں جہاں رات اور دن قریبًا چھ ماہ کے برابر ہوتے ہیں۔ اس حکم پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اسلام عالمگیر مذہب نہیں۔ بلکہ اسلام کا بانی شاید جغرافیہ سے بھی ناآشنا ہے۔

جواب

بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس کا علم ہے۔ ہاں آپ نے اسلام کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اور نہ سمجھنے کی کوشش کی۔ کاش! اگر آپ کسی عالم سے اسلام کا مطالعہ کر لیتے۔ تو جہالت کی مرض میں مبتلا نہ ہوتے۔ آؤ ہم آپ کو بتاتے ہیں غور سے سنیئے۔ بانیٔ اسلام ربّ جلیل خداوند تعالیٰ اپنے رسول کی معرفت دجال کے ظہور کا زمانہ بیان کرتا ہوا فرماتا ہے۔ کہ دجال چالیس دن زمین میں قیام کرے گا۔ ان میں ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا۔ اور ایک

Marfat.com

دماغ مہینے کی مقدار پر اور ایک دن جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک ان کے ماسوا باقی سب دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دن ایک سال کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ کیا اس دن میں ایک ہی دن کی پانچ نمازیں کفایت کر جائیں گی؟ فرمایا نہیں! بلکہ تم نمازوں کو اندازہ سے ادا کرنا (مسلم مشکوٰۃ باب دجال) تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ جس قدر فجر اور ظہر کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ فجر کے بعد اتنا اندازہ لگا کر ظہر ادا کر لینا، اسی طرح ظہر سے لے کر عصر تک، عصر سے لے کر شام تک وغیرہ، پس نماز اور روزہ دونوں فرض اور وقتی عبادتیں ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں۔ پس جس طرح سال بھر کے دن میں نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح چھ ماہ کے دن میں مہینہ کا اندازہ لگا کر روزے ادا ہو سکتے ہیں۔ اس جواب سے ماہ رمضان کا عالمگیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پادری صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بائیبل کو جسے وہ الہامی مانتے ہیں۔ اس کے مصنف کو قطب شمالی اور جنوبی دونوں کا قطعاً علم نہ تھا۔ اگر اس کو علم ہوتا۔ تو مندرجہ ذیل احکام مقرر کرتے وقت۔ ان کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام کرتا

چنانچہ جریان کے مریض کے بارے میں وہ حکم دیتا ہے، جس بستر پر جریان کا مریض سو لے۔ وہ بستر ناپاک ہے۔ جو کوئی اس بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور شام تک ناپاک رہے (احبار ۱۵ درس ۴ تا ۵) پھر اسی باب میں لکھا ہے۔ اگر جریان کا مریض کسی شخص پر جو پاک ہے، تھوک دے۔ تو وہ شخص اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے، شام تک ناپاک رہے (باب مذکور درس ۸ تا ۹) پھر حیض والی عورت کے متعلق لکھا ہے۔ اگر مرد اس کے ساتھ صحبت کرے اور اس کے حیض کا خون اسے لگ جائے۔ تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گا۔ (باب مذکور درس ۳۳ تا ۲۴) علاوہ ازیں اس باب میں اور بھی ایسے احکام و مسائل ہیں۔ لیکن ہم بعد تثلیث اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے۔ کہ ناپاک آدمی غسل کرنے کے باوجود بھی شام تک ناپاک اور نجس ہی رہتا ہے۔ ہم پادری صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جہیں جگہ چھ ماہ کا دن ہوتا ہے۔ اگر وہاں آدمی ناپاک ہو کر غسل کرے تو پاک ہو سکتا ہے یا نہیں اگر وہ یہ کہیں کہ ہو سکتا ہے۔ تو شام کی قید فضول اور باطل ٹھہری اور اگر وہ یہ کہیں کہ شام تک وہ نجس

بھی رہتا ہے۔ تو اتنا دراز عرصہ وہ ناپاک ہی رہا۔ اگر
غسل سے پہلے موت آگئی۔ تو وہ نجاست کی آلودگی میں
مرا۔ اسی طرح حیض والی عورت سے صحبت کرنے والا
سات دن بھی ناپاک رہے گا۔ تو وہ سات دن کم از
کم سات برس میں پورے ہوں گے۔ پھر مصیبت یہ
کہ ایک ایک دن چھ چھ ماہ کا ہوگا۔ پس اس جگہ جہاں
چھ ماہ کا دن ہو۔ ایسے مسائل پر عمل کرنا نہایت مشکل
بلکہ محال ہے۔

(۳) اعتراض

مولوی صاحب نے نہ بائبل کو پڑھا اور نہ عیسائیوں کے
مذہب کو سمجھا۔ اسی توارت کی کتاب میں جہاں سے انہوں
نے الزام قائم کیا ہے۔ اسی کے اخیر میں لکھا ہے۔ کہ جو
موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے۔ یہ عام لوگوں
کے لئے ہرگز نہیں۔ خصوصاً عیسائی تو ان سے دستبردار
ہیں۔ ان کو تو مسیح کے کفارہ کے بعد شریعت پر عمل کرنے
کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ انجیل میں لکھا ہے یہ بات
ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے
نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ راستباز
ایمان سے جیتا رہے گا۔ اور شریعت کو ایمان سے کچھ

مسیحی

Marfat.com

واسطہ ہی نہیں مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (گلتیوں باب ۳ درس ۱۳ تا ۱۴) اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شریعت پر عمل کرنے کے باوجود بھی آدمی بے ایمان بلکہ لعنتی ہی رہتا ہے مسیح کا خون مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس نے شریعت سے آزاد کرانے کے لئے اپنے آپ کو پھانسی پر لٹکایا۔ عیسائیوں کے گناہوں کے عوض اپنا خون دے دیا۔ پس جس صورت میں عیسائیوں کو شریعت سے مستغنی کیا گیا ہے۔ ان پر شریعت کا الزام دینا غلط ہے۔

جواب

مولوی صاحب نے بائیبل کو پڑھا اور خوب سمجھا۔ اگر اجرار شریعت کے احکام بقول آپ کے فلسطین کے یہودیوں کے لئے ہی مخصوص ہیں تو پھر آپ لوگ ان میں سے بعض احکام پر کیوں عمل کرتے ہیں؟۔ پادری صاحب غور سے سنیئے۔ انجیل متی کو شروع سے لے کر مکاشفات تک پڑھ جائیں۔ اس میں حلال حرام چیزوں کا قطعاً ذکر نہیں پایا جاتا۔ خصوصاً محرمات کے نکاح کا تو اس میں نام و نشان نہیں مثلاً ماں، بہن، بیٹی، خالہ وغیرہ سے نکاح

Marfat.com

کرنا حرام ہے ۔ انجیل اس سے ساکت ہے ۔ ان مسائل کے متعلق آپ اسی تورات اجبار پر عمل کرتے ہیں جن کو مقابلہ میں مخصوص کہہ کر ٹال دینا چاہتے ہیں ۔ اگر بقول آپ کے یہ یہودیوں کے لئے خاص ہیں ۔ تو آپ کو ان مسائل کی مخالفت کر کے سبکدوش ہونا چاہیئے ۔ یعنی ماں ، بہن ، بیٹی ، خالہ وغیرہ کے نکاح کی حرمت کا مسئلہ یا تو انجیل سے ثابت کیجئے ، یا شریعت کے خلاف ان نکاحوں کو آپ حلال سمجھا کریں ۔ اس میں آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ آپ کی جان شریعت کی لعنت کی زنجیروں سے رہا ہوگی اور یہودیوں کے لئے ان مسائل کا مخصوص ہونا بھی ثابت ہو جائے گا ۔ لیکن آپ سے ایسا امر واقع میں آنا مشکل ہے ۔ کیونکہ ان پر عمل کرنے کے سوائے آپ کو بھی کوئی چارہ نہیں آپ کے اس عمل نے یہودیوں کی خصوصیت کا بطلان ثابت کر دیا ۔ اب یہ احکام عام ہوئے اور ہمارا الزام آپ پر قائم رہا ۔ اب ذرا حضرت مسیح کی سنیئے ۔ وہ شریعت تورات کے متعلق فرماتے ہیں ، کہ ایک شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا ۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا ۔ وہ

آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا (متی باب ۵ درس ۱۸ تا ۲۰)۔ پادری صاحب دیکھئے۔ حضرت مسیح نے شریعت توارت کے چھوٹے سے چھوٹے حکم پر عمل کرنے کی کیسی زبردست تاکید فرمائی ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والے کو چھوٹا یعنی سزاوار اور ذلیل ہونے کی وعید فرمائی۔ اور ان سب پر عمل کرنا اور ان کی تعلیم دینے پر زبردست حکم نازل کیا یعنی شریعت کے کسی حکم کو نہ چھوڑا جائے، سب پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو کوئی کسی کو شریعت کے خلاف تعلیم دے گا یعنی اس کے عامل کو لعنتی سمجھے گا۔ اسے بھی مسیح خدا کے نزدیک ذلیل و خوار بتاتے ہیں۔ پس ہمارے پیش کردہ الزامات جو طہارت اور پاکیزگی کے متعلق ہیں وہ شریعت کے بڑے احکام میں سے ہیں۔ جن کی مخالفت کرنا موجب ذلت و ہلاکت ہے۔ پس ہمارا الزام قائم ہو گیا۔ کہ پادری صاحب کا جو ماہ رمضان کے متعلق شبہ تھا۔ وہی ان کے مذہب پر عاید ہوا۔ پادری صاحب ہمیں آپ کی حالت پر رحم آتا ہے۔ کہ آپ اپنے گناہوں اور شریعت کی لعنت سے آزاد ہونے کے لئے مسیح علیہ السلام کو پھانسی پر چڑھا کر اس کی جان کو بھی ناحق ضائع کیا۔ اور شریعت کی زنجیروں سے رہائی بھی نہ پا سکے۔ آپ کو چاہیئے یا تو مسیح کے ارشاد

Marfat.com

کی قدر کرتے ہوئے ساری شریعت کے پابند ہو جائیں یا جس پر آپ عمل کرتے ہیں اس سے بھی انکار کر دیں مثلاً محرمات سے نکاح کی حرمت کا مسئلہ جو تورات کی تیسری کتاب احبار کے باب ۱۸ میں مذکور ہے۔ اس کے خلاف عمل کریں۔ یا یہ مسائل انجیل سے دکھائیں۔ ناظرین پادری صاحب کے شبہات کو جو انہوں نے منع اور نقض کی بناء پر اسلام کے عالمگیر ہونے پر پردے ڈال رکھے تھے ہم نے ان کو چاک کر کے آفتاب تاباں کی طرح اس کا عالمگیر ہونا ثابت کر دیا۔ اب پادری صاحب کی طرف سے معارضہ سنیئے۔

(۴) اعتراض

ہمارا دعویٰ ہے کہ مسیحی مذہب سارے جہان کے لیئے کافی وافی اور عالمگیر ہے۔ اس دعویٰ کی تصریح حضرت مسیح کے قول سے صاف طور پر واضح ہے۔ آپ شاگردوں کو فرماتے ہیں۔ کہ تم تمام دنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو (مرقس باب ۱۶ درس ۱۵) دوسرا ارشاد ان کا شاگردوں کو یہ ہے کہ یروشلم سے شروع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اس کے نام سے کی جائے گی (لوقا باب ۲۴ درس ۴۷) انجیل نے

Marfat.com

کیسے صاف الفاظ میں اپنے دعوے کو بیان کیا ہے جس سے کسی کو مسیحی دین کے عالمگیر ہونے پر شبہ نہیں گزرتا

جواب

جناب من! دعویٰ تو بے شک عام الفاظ میں مذکور ہے۔ لیکن چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم بنی اسرائیل کے لئے ہی مخصوص تھی۔ لہذا اس عموم کو خاص سمجھنا چاہئے پس مسیح کے ارشاد کے معنی یہ ہوئے کہ تم تمام دنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے بنی اسرائیل ہی کو انجیل کی منادی سنادو۔ نہ کسی دوسری قوم کو، دوسرے ارشاد کے بھی یہ معنی ہوئے کہ سب قوموں میں جو منادی کی جائے گی۔ وہ بنی اسرائیل ہی ہیں۔ جو ملک کے مختلف علاقوں میں آباد تھے اس اعتبار سے انہیں سب قومیں کہا گیا۔ کیونکہ بارہ شاگردوں کو جب حضرت مسیح علیہ السلام نے منادی اللہ تبلیغ کے لئے بھیجا۔ ان کو حکم دے کر کہا غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی باب ۱۰ درس ۵ تا ۶) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم سارے جہان کے لئے ہوتی تو بوقت تبلیغ شاگردوں کو سامریوں کے شہر میں تبلیغ کرنے سے منع نہ کرتے

اسی طرح اسرائیل کے گھرانے کی خصوصیت نہ فرماتے اگر کوئی یہ عذر کرے کہ سامری مسیح علیہ السلام کے سخت دشمن تھے۔ اس لئے وقتی مصلحت سمجھ کر شاگردوں کو روک دیا تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اسرائیل کے گھرانے کے یہودی لوگ بھی مسیح علیہ السلام کے سخت مخالف تھے۔ جنھوں نے انھیں پکڑوا کر پھانسی دلوایا، اور بھی طرح طرح کی تکالیف اور اتہام میں مبتلا کیا جیساکہ انجیل سے ثابت ہے۔ اگر تبلیغ کے روکنے کی علت مخالفت ہوتی تو شاگردوں کو اپنے زمانہ کے یہودیوں میں تبلیغ سے بھی روک دیتے۔ پس ظاہر ہوا کہ ان کی تعلیم صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی مخصوص تھی۔ جیساکہ مندرجہ ذیل قول اس امر کی خاص شہادت دیتا ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا (متی باب ۱۵ درس ۲۴ تا ۲۵) کیسا صاف لفظوں میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ میری تعلیم بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کے لئے نہیں ہے۔ یہ مسیح علیہ السلام کے ارشاد پادری صاحب کے پیش کردہ اقوال کو جو اپنے لفظوں میں عام تھے، خاص کرنے والے ہیں۔ ان میں مطابقت کی وہی صورت ہے جو ہم نے بیان کر دی۔ کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں اسرائیلی

Marfat.com

آدمی ہوں۔ اس طرح جس قوم میں ان کا کوئی فرد ہو۔ خاص اسی کو تبلیغ کی جائے۔ یہ تطبیق تسلیم نہ کرنے سے انجیل کے ہر دو اقوال میں تناقض لازم آئے گا۔ جو الہامی کتاب کے لئے منافی ہے۔ پس پادری صاحب کا عام دعویٰ خاص ہونے کی وجہ سے باطل ہوا۔

(۵) اعتراض

عالمگیر مذہب کی تعریف یہ ہے کہ ہر انسان ہر حالت میں اس کے سب اجزا پر عمل کر سکے۔ یہ تعریف جامع مانع ہے۔ مسیحیت میں چونکہ یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ اس لئے وہ عالمگیر ہے۔

جواب

پادری صاحب کی ذیل کے تمام دعوے غلط ہیں۔ نہ عیسائیت پر انسان ہر حالت میں عمل کر سکتا ہے (اس کی تفصیل کسی قدر گزر چکی ہے) اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب کے متعلق یہ مقدمہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے تمام اجزا پر ہر حال میں عمل ہو سکتا ہے۔ عذر اور مجبوریاں ہر مذہب میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ پادری صاحب بتائیے۔ کہ عیسائی مذہب نے دیوانے آدمی کا جو دیوانگی کی حالت میں مر جائے۔ اسی طرح چھوٹا لڑکا جس

Marfat.com

کو بلوغت اور عقل سے قبل موت آ چکی ہو۔ اور جس کو عیسائی
مذہب کی تبلیغ نہ پہنچی ہو۔ کیا انتقام کیا ہے۔ باتوں میں
ٹالِ مٹول نہ کرنا۔ انجیل سے دکھانا۔ لیکن ہم دعوی سے
کہتے ہیں۔ کہ ایسے آدمیوں کے متعلق آپ انجیل سے کوئی
فیصلہ نہیں دکھا سکتے۔ اور عالمگیر مذہب کی آپ نے اس
لئے ایسی غلط تعریف کی ہے۔ جو محض اعتقادات پر ہی
صادق آئے اور عمل اس سے باہر رہے۔ جیسا کہ آپ کا عقیدہ
ہے۔ لیکن اس کے برخلاف ہم انجیل کے وہ مقامات دکھاتے
ہیں۔ جن میں اعمال پر زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح
شاگردوں سے فرماتے ہیں۔ اگر تم میرے حکموں پر عمل کروگے
تو میری محبت میں قائم رہو گے (یوحنا باب ۱۵ درس ۱۰) اس سے
ظاہر ہے کہ جو مسیح علیہ السلام کے حکموں پر عمل نہیں کرتا
وہ ان کی محبت میں قائم نہیں۔ بلکہ ان کا دشمن ہے
یعنی عمل کی زبردست تاکید کی۔ علاوہ ازیں مسیح علیہ السلام
کے حواری یعقوب کا عام خط جو انجیل میں شامل ہے۔
اس میں لکھا ہے "اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں
ایماندار ہوں مگر عمل نہ کرتا ہو، تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان
اسے نجات دے سکتا ہے (یعقوب باب ۲ درس ۱۴ تا ۱۵)" پھر
کہتا ہے "اس طرح ایمان بھی اگر اس کے ساتھ اعمال نہ

Marfat.com

ہوں۔ تو اپنی ذات سے مردہ ہے۔ تو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خدا ایک ہے، خیر اچھا کرتا ہے۔ شیاطین بھی ایمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔ مگر اے نکمے آدمی! کیا تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ایمان بغیر اعمال کے بے کار ہے۔ غرض جیسے بدن بغیر روح کے مردہ ہے ویسے ہی ایمان بھی بغیر عمل کے مردہ ہے (یعقوب ۲ درس ۱۷ تا ۲۶) یہ الہامی عبارات ایسی صاف و واضح ہیں۔ کہ کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہیں۔ جس ایمان پر پادری صاحب قائم ہیں۔ وہ انہیں نجات نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ان کے ساتھ اعمال نہیں اس ایمان اور شیاطین کے ایمان میں تو کوئی فرق نہیں ایسا ایمان اس آدمی کی مثال ہے۔ جس میں روح نہیں یعنی جیسے مردے کی لاش کسی کام نہیں آ سکتی۔ ایسا ہی بغیر اعمال کے ایمان بے کار اور کالعدم ہے۔ ناظرین انجیل میں اعمال پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ کہ محض اعتقاد رکھنے والے کو جو اعمال سے دور رہتا ہے۔ بے ایمان سے ملقب کیا ہے۔ پادری صاحب عیسائیوں کو اعمال سے آزاد کر کے جس قدر چاہیں۔ آزادی دے دیں۔ اور کفارہ کے اعتقاد پر ان کی طبیعت کو دنیاوی عیش کی طرف مائل کریں۔ لیکن انجیل ان کی مخالفت کرتی ہے۔ یہی ابتر آزادی تو عیسائی

Marfat.com

مذہب کے پھیلنے کی وجہ ہے۔ اب ہم پادری صاحب کو انجیل کے وہ منقامات دکھاتے ہیں۔ جن پر ہر آدمی ہر حالت میں عمل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زناہ کر چکا۔ پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے۔ تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے (متی ب۵ درس ۲۹ تا ۳۰) کس قدر مبالغہ اور تشدد ہے۔ داہنی آنکھ کی کیا خصوصیت بدمعاش آدمی تو دونوں آنکھوں سے بری نگاہ کرتا ہے، پھر تو دونوں کو نکال دینا چاہیئے اور اندھا ہو کر زندگی بسر کرنا چاہیئے نیز اگر کوئی بدمعاش کانا ہو۔ یعنی اس کی ایک ہی آنکھ ہو۔ جس سے وہ کسی عورت پر بری نگاہ ڈالے۔ تو اس تعلیم کے بموجب اسے بھی نکال کر اندھا کر دیا جائے اور تنگ زندگی بسر کرے۔ ایسی تعلیم جو عقل اور فطرت کے خلاف ہو۔ اسے کون عقلمند قبول کر سکتا ہے۔ اب ہم پادری صاحب آپ سے سوال کرتے ہیں ناراض نہ ہونا کیا اس تعلیم پر اندھا آدمی بھی عمل کر سکتا ہے۔ اسے تو

Marfat.com

نظر ہی نہیں آتا۔ اگر نہیں کر سکتا اور یقیناً نہیں کر سکتا
تو آپ کا دعویٰ باطل ہوا۔ کہ عیسائی تعلیم پر ہر آدمی ہر
حالت میں عامل ہو سکتا ہے۔ اسے یہ کہہ کر نہ ٹال دینا
کہ ایسی زبردست تعلیم پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔
ہماری نجات کا دار و مدار کفارہ پر ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو
اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کفارہ کا امیدوار آدمی عورتوں پر
بُری نگاہ کر سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ عیش کا مزہ
اُٹھا سکتا ہے۔ پس جس مذہب میں عورتوں کو تاڑ کر مزہ
اُٹھانا ایسی حیاسوز تعلیم پائی جاتی ہے۔ اس مذہب کو دُور
ہی سے سلام ہے۔ علاوہ ازیں جس مذہب میں سیاست اور
اس کے ضوابط و قوانین نہ پائے جائیں۔ جس سے دنیا میں
انتظام اور امن پیدا ہو۔ وہ مذہب کس طرح عالمگیر ثابت
ہو سکتا ہے؟ اور اگر ستیاپا اور اس کے ضوابط و قوانین
دیکھنے ہوں تو اسلامی کتب و احادیث و سِیَر کا مطالعہ
کرنا چاہیئے اس سے سیاست کے قوانین کو نافذ کرنے
دنیا میں امن اور خاندانوں کی عزت کرانے ظلم، چوری، بدمعاشی
وغیرہ کا برباد کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پس اسلام ہی امن کا
علم بردار ہے۔ جس میں سیاست کے ضوابط و قوانین پائے
جاتے ہیں۔ بخلاف عیسائی مذہب کے کہ اس میں ستیاپا

Marfat.com

کے قوانین کا پایا جانا تو در کنار بلکہ وہ اس سے مخالفت اور بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ (متی باب ۵ درس ۳۹ تا ۴۰) گویا کہ ہر شریر آدمی، زانی چور، بدمعاش، شرابی، ظالم کو اجازت دے دی کہ ملک میں جس طرح چاہیں۔ بدمعاشی کریں۔ ان کو مقابلہ کرکے اگر بدمعاشی اور ظلم سے روکا جائے۔ تو اس تعلیم کی مخالفت ہوتی ہے۔ جو ممنوع ہے۔ اس تعلیم کی بناء پر اگر کوئی شخص عیسائی سے طمانچہ مار کر حکومت بھی چھین لے۔ تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس ایسے مذہب جس کی تعلیم سے ملک میں بدامنی پھیلے۔ اس کو عالمگیر ماننا انصاف کا خون کرنا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام کے سوا دنیا میں کوئی عالمگیر مذہب نہیں۔ اس کے عالمگیر ہونے کی تو زمانہ شہادت دیتا ہے۔

Marfat.com

دنیا میں ہر وقت

رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

آیت نمبر ۱۲۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۃ الم نشرح) لکَ میں جو لام بارہ آیا ہے
وہ اختصاص کے لئے ہے۔ پس معنی یہ ہوئے۔ کہ اے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے خاص طور پر آپ کے ذکر کو
بلند کیا یعنی مشہور کیا۔ یہ ایسی خصوصیت ہے۔ جس سے
آپ کو شاندار فضیلت اور دائمی بلند مرتبہ حاصل ہوا۔ جس
میں آپ کا کوئی نبی اور فرشتہ شریک نہیں، تفسیر جامع
البیان اور ابن کثیر میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ
دنیا و آخرت میں آپ کے ذکر کو رفعت بخشی گئی۔ اب
یہ امر قابل غور ہے۔ کہ رفع ذکر کی کیفیت کس طرح عطا
ہوتی ہے۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے وعدہ لیا تھا
کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنی امتوں کو
آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمائیں۔ چنانچہ ہر نبی نے اس
میثاق کی بناء پر اپنی امت کو خبر سنائی۔ اور ان کی کتابوں

Marfat.com

بلی بھی آپ کی بشارت مذکور تھی۔ حتیٰ کہ آپ کی پیدائش سے پہلے تمام دنیا میں آپؐ کا ذکر آفتاب کی طرح مشہور تھا۔ جیسا کہ سابقاً گذر چکا ہے۔ پھر جب آپؐ پیدا ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ تو اس میں جہاں اللہ کا ذکر آتا ہے۔ وہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر شریف آتا ہے۔ جس جگہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر ہے۔ وہاں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا ذکر بھی ساتھ وابستہ ہے۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر وعید اور عذاب ہے، اسی جگہ رسول کی نافرمانی پر بھی عذاب کا وعدہ ہے۔ جیسے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کہا مانو اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ۔ جو شخص نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی، پس اس کیلئے جہنم کی آگ ہے۔ قرآن میں اللہ کے ذکر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہونا یہ رفع ذکر کی اعلےٰ اقسام میں سے ہے۔

تیسری قسم۔ کلمہ شہادت میں جب مومن اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبودیت اور رسالت کی بھی گواہی دی جاتی ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ واَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوائے کوئی عبادت

کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ کلمہ ہر نماز میں مذکور ہوتا ہے۔ اور خطبہ میں ہر خطیب ذکر کرتا ہے۔

چوتھی قسم، اذان میں ہر مؤذن پانچ وقت بلند آواز کے ساتھ جہاں اللہ کی توحید و کبریائی کی شہادت دیتا ہے اس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی ذکر کرتا ہے یہ اعلان ہر مخالف و موافق کے کانوں میں سنائی دیتا ہے، خواہ مخالف و موافق اس کے سننے کو گوارا کرے یا نہ کرے، اس اعلان کے سننے کے لئے مجبور ہے۔ یہ اعلان تمام دنیا میں کسی نہ کسی ملک میں ہوتا ہی رہتا ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی وقت نہیں آتا بلکہ ایسا منٹ سکنڈ بھی نہیں گزرتا۔ جس میں یہ اعلان بند ہو۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ دنیا میں تمام ممالک کے مختلف اوقات ہیں، یعنی کہیں رات، کہیں دن۔ کہیں ظہر، کہیں عصر، کہیں مغرب کہیں عشاء، کہیں فجر۔ دنیا کے تمام ممالک میں ان اوقات میں سے کوئی نہ کوئی وقت ضرور ظہور پذیر رہتا ہے۔ جیسا کہ جغرافیہ اور سٹینڈرڈ ٹائم کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں۔ بلکہ کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے۔ کہ برطانیہ کی حکومت

Marfat.com

میں سورج نہیں ڈوبتا یعنی کسی نہ کسی جگہ طلوع ہی رہتا ہے۔ اور اس کی تائید مندرجہ ذیل نقشہ منقولہ رحمۃ للعالمین مصنفہ قاضی محمد سلیمان پٹیالوی سے ہوتی ہے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں اگر نو بجے کا وقت ہو تو تمام دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کیا وقت ہوگا؟

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
ہندوستان	۱۲	۰۰ رشب	آئس لینڈ، مڈیریا	۵	۲۰ دن
مارشیش	۱۱	۲۰ "	مشرقی برازیل	۳	۲۰ بعد نیم شب
رومانیہ، بلگیریا، ٹرکی			متوسط برازیل و چلی	۲	۲۰
یونان، جرمن، لکسمبرگ			برٹش کولمبیا	۱۰	۲۰ قبل دوپہر
ڈنمارک، سویڈن	۸	۲۰ دن	یوکون	۹	۲۲ "
برہما	۱	۵۰ بعد نیم شب	سموآ	۶	۲۰ دن
شمالی لینڈ، مڈغاسکر	۱۰	۲۰ شب	نیوزی لینڈ	۶	۵۰ صبح
ریاستہائے ملایا	۲	۲۰ بعد نیم شب	تسمانیہ وکٹوریا		
جزائر سنڈوک	۷	۵۰ دن	نیو ساؤتھ ویلز	۵	۲۲
انگلستان، آئرلینڈ، فرانس			جنوبی آسٹریلیا	۴	۵۰
بلجیم، سپین، پرتگال،			جاپان، کوریا	۴	۲۰ بعد دوپہر
جبل الطارق، الجیریا	۶	۲۰ دن	مغربی آسٹریلیا شمالی بورنیو		
پیٹر تلامچیکا، پچاہن			جزائر فلپائن ہانگ کانگ		

Marfat.com

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
امریکہ	۱	۱۰ بجے نیم شب	ہانگ کانگ چین	۳	۲۰ 〃

اگر مکہ میں نو بجے رات کا وقت ہو تو اس وقت بعض ممالک میں صبح کا وقت ہوتا ہے۔ اگر ان میں رات کے نو بجے وقت ہو۔ تو مکہ معظمہ میں ضرور صبح کا وقت ہوگا۔ دوسرے ممالک کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ مذکورہ بالا نقشہ کے علاوہ جغرافیہ کا نقشہ بغور مطالعہ کرنے سے اس امر کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ کہ دنیا کے مختلف ممالک میں پانچ نمازوں میں سے کوئی نہ کوئی نماز ہر وقت پڑھی جاتی ہے۔ اور ان ممالک میں سے کوئی ایسا ملک نہیں جو مسلمانوں کی آبادی سے خالی ہو۔ دنیا کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی ۷۵ کروڑ آبادی ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ صفحہ ہستی پر ہر وقت اذان کی آواز گونجتا رہتا ہے۔ اور دنیا میں ہر وقت نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اذان اسلام کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔ اس میں خدا کی کبریائی اور توحید کا مضمون ہے اور اس کے ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک اور آپ کی رسالت کی شہادت کا ذکر بھی ہے۔ اور نماز کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ یہ خدائی عبادت ہے،

Marfat.com

اور اخروی نجات اور دنیوی فلاح و ترقی کا ذریعہ ہے
اسلام کے سوا وہ کون مذہب ہے۔ جس کا کلمہ تمبر
اور اس کے بانی کے نام کا وظیفہ دنیا میں ہر وقت،
ہر آن و ہر لمحہ کیا جاتا ہے۔ اسلام کے سوا وہ کون سا
مذہب ہے۔ کہ جس کی الہامی کتاب کی تلاوت ہر لحظہ
اور ہر گھڑی نمازوں میں ہوتی رہتی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوائے وہ کون سا رشی منی و اوتار ہے
جس کی ذات مقدس پر ہر گھڑی نمازوں اور ان کے علاوہ
ہر وقت بکثرت درود شریف پڑھا جاتا ہو، کوئی مذہب والا
اس فضیلت کے مقابلہ میں اپنے مذہب کی عالمگیر
فضیلت ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ رفعت ذکر کی فضیلت
اس ذات بابرکات کو موزوں ہے۔ جس کا مذہب عالمگیر
ہو۔ ہندوستان میں بعض ایسے مذاہب پائے جاتے ہیں
جن کا اکثر ممالک میں نام و نشان تک نہیں۔ مثلاً ہندو
آریہ سماج اور ان کے ویدوں کی تعلیم اور سناتن دہرم،
سکھ مذہب وغیرہ جو کہ عراق، عرب، شام وغیرہ میں نہیں۔
بخلاف اہل اسلام کے کہ وہ خدا کے فضل و کرم سے اکثر
ممالک بلکہ تمام دنیا میں آباد ہیں فافہم، یہ ہے آپ کا
دنیا میں رفع ذکر اور آخرت میں جو رفع ذکر ہوگا عنقریب

Marfat.com

اس کی تفصیل آتی ہے ۔
آیت نمبر ۱۳۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ یعنی اللہ ان لوگوں کو عذاب نہیں کرنے والا اس حالت میں اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ ان کو عذاب نہیں کرنے والا حالانکہ وہ خدا سے بخشش مانگتے ہوں (سورۃ انفال) امت محمدیہ کے لئے خرق عادت عذاب سے بچنے کے لئے پہلا سبب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اطہر ہے پھر آپ کے انتقال کے بعد عذاب رکا رہنے کی دوسری وجہ مسلمانوں کا خدا سے بخشش مانگنا ہے ۔ اس لیے پیشتر کی فضیلت میں ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ تمام دنیا میں اذان اور نماز اور قرآن شریف کی تلاوت دنیا میں ہر وقت جاری ہے اور دنیا کے خرق عادت عذاب سے بچنے کے لئے یہ اعلیٰ ترین نعمت ہے ۔ اور نماز میں استغفار بھی آجاتا ہے ۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس اُمت مرحومہ پر عذاب نہیں کرتا ۔ چونکہ یہ وظائف بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت عنایت کئے گئے لہٰذا یہ بھی فضیلت آپ کے لئے ہی مخصوص ہے ۔ کفار کی جماعت اور خصوصاً ابوجہل نے کعبہ کا غلاف پکڑ کر یہ دعا مانگی ۔ کہ یا الٰہی اگر یہ قرآن مجید تیری طرف

Marfat.com

سے واقعی حق اور صحیح ہے۔ تو پھر ہم پر پتھروں کا مینہ برسا۔ یا اور کوئی دردناک عذاب بھیج (بخاری کتاب التفسیر) اللہ نے جواب دیا۔ کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک آپ ان میں زندہ موجود ہیں۔ ان پر مہلک اور معجزانہ عذاب نہیں آسکتا۔ عذاب سے دوسرا مانع مومنین کا استغفار کا ذلیغہ کرنا ہے۔ جب تک وہ بھی بخشش مانگتے رہیں گے۔ عذاب رکا رہے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امت محمدیہ پر پہلے لوگوں کی طرح عام اور خرق عادت عذاب نہیں آتا۔ ترمذی میں اس مضمون کی ایک حدیث بھی آئی ہے۔ صاحب کتاب نے اس پر کچھ کلام بھی کیا ہے۔ مگر مضمون صحیح اور قرآنی آیت کے موافق ہونے کے سبب سے مسترد نہیں ہوگی فرمایا مجھ پر میری امت کے لئے دو امان اتارے گئے ہیں۔ یعنی خرق عادت عذاب سے محفوظ رہنے کے دو سبب ہیں۔ ایک میرا وجود اور دوسرا امت کا استغفار کرنا، اپنے گزر جانے کے بعد استغفار امت چھوڑ جاؤنگا (منقول از جامع البیان) گو اس سنت الٰہیہ میں سابقہ انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ کہ ان کی موجودگی میں بھی قہر نہ اترتا، تاہم آپ کی اس میں خصوصی خوبی اور فضیلت یہ ہے۔ کہ آپ جس جگہ میں ہوں، وہاں سے اگر آپ

Marfat.com

کو الگ بھی کر دیا جائے تو پھر بھی آپؐ جب تک زمین کے کسی خطہ میں زندہ اور موجود رہیں گے۔ تو آپؐ کے وجود کی برکت کے سبب تمام روئے زمین میں خرق عادت عذاب نہیں آئے گا۔ آپؐ جب مکہ شریف سے نکلے۔ تو چاہئے تھا۔ کہ کافروں پر عذاب نازل ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا اس لئے کہ آپؐ زمین میں زندہ موجود تھے۔ اور آپؐ کی زندگی کے سبب تمام روئے زمین پر عذاب نہیں آیا۔۔ بخلاف دوسرے نبیوں کے کہ وہ جس جگہ موجود ہوں وہاں سے ان کو علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جاتا تھا۔ طلب نظائر کے لئے قرآن مجید سے خصوصاً سورہ انبیا کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس امر کی وضاحت ہو جائے گی۔ یہ بڑی عظیم الشان فضیلت ہے۔ دنیا سے خرق عادت عذاب رکنے کی زیادہ تفصیل آئندہ آیت میں مذکور ہے

Marfat.com

سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت

تمام جہانوں کیلئے رحمت ہے

آیت نمبر ۱۴ - وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وما نافیہ ہے، اور اَرْسَلْنٰكَ جملہ فعلیہ مستثنیٰ منہ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ مستثنیٰ اِلَّا حرف استثناء اور رحمۃً اَرْسَلْنَا جملہ کا مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور عالمین کا جمع ہونے کی وجہ سے تمام جہان والوں کو شامل ہے۔ خواہ وہ حیوانات ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول نباتات ہوں یا جمادات رحمت کے معنی پیار اور نرمی کے ہیں۔ جو قہر اور غضب کے صریح خلاف ہے۔ یعنی جہاں رحمت موجود ہو، وہاں غضب اور قہر و عذاب نہیں آسکتا۔ پس معنی یہ ہوئے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم ہم نے آپؐ کو تمام جہان والوں پر رحمت کرنے کے لئے بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت جہان پر رحمت کرنے کی علت ہے۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ بموجب ربّ العالمین کے تمام جہان والوں کا ...تا ہے۔ کوئی چیز اس کی ربوبیت سے باہر نہیں۔

Marfat.com

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تمام جہان والوں پر رحمت ہونے کا سبب ہے۔ یہ تو آیت کا مطلب ہے اب ہم کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ سارے جہان والوں پر آپؐ کی بعثت کیسے رحمت ہوئی۔ سابقہ انبیا کی رسالت تو صرف ان کی قوم کے لئے تھی۔ بخلاف آپؐ کی رسالت کے کہ وہ رحمت تمام جہان والوں کو محیط ہے۔ یعنی جیسے پہلے انبیاء کے کفار کو خرق عادت عذاب سے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یہ رسالت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی وجہ سے ایسے عذاب سے مانع ہے پس مومن کے لئے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ہوئی اور بلند درجات ملے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کو قیامت میں کفر کی وجہ سے ابدالآباد تک عذاب ہوتا رہے گا لیکن آپؐ کی رسالت کی وجہ سے کفار بھی دنیا میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ ور ہیں۔ کیوں کہ ان کو دنیا میں خرق عادت مہلک عذاب نہیں آتا۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ ابن کثیر تحت آیت مذکورہ، تاریخ ابن کثیر میں فصل فی خروجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع ابی طالب الی الشام اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے۔ جب ابی طالب نے بغرض تجارت قریش کے سواروں

کے ہمراہ ملک شام کا سفر اختیار کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ساتھ لے کر روانہ ہوا آپ کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ راستہ میں ایک راہب سے جو عیسائی مذہب کا بڑا عالم تھا۔ ملاقات ہوئی' ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ اس راہب نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ یعنی یہ تمام جہان والوں کے سردار ہیں' یہ رب العالمین کے رسول ہیں ان کو اللہ نے تمام جہان والوں کی رحمت کے لئے بھیجا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں اس حدیث کے ماتحت لکھا ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا پس یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ٹھہری۔ حاکم اور بیہقی اور ابوبکر خرائطی وغیرہ حفاظ نے بھی اسے روایت کیا ہے' ابن کثیرؒ نے اس کے رجال کی توثیق کی' مشکوٰۃ باب المعجزات فصل ثانی کے حاشیہ پر بحوالہ اصابہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی صحت کو نقل کیا۔ لہذا اس پر امام ذہبی کی کلام جرح کا جو انھوں نے کتاب تلخیص وغیرہ میں کی ہے۔ کوئی اعتبار نہیں رہا۔ اس حدیث سے تین امور کا ثبوت بہم پہنچتا ہے

Marfat.com

اوّل یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محض جنوں، انسانوں کے ہی سردار نہ تھے۔ بلکہ ہر چیز جو عالم کے اندر شامل ہے۔ آپؐ کو سب پر سرداری عطا کی گئی۔

دوم یہ کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت سابقہ انبیا کی کتب میں بھی موجود تھی۔ اسی لئے راہب نے آپؐ کو رحمت للعالمین کے لقب سے بیان فرمایا۔

سوم یہ کہ آپؐ کی رسالت اور بعثت رحمۃ للعالمین ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب آپؐ کی ذات با برکات اس دنیا میں موجود تھی اور مہلک عذاب سے دنیا کو امان تھا لیکن آپؐ کے انتقال کے بعد آپؐ کی رسالت وحی یعنی قرآن و حدیث اور اس پر عمل اور اس کے خصوصاً استغفار وغیرہ جو ہر وقت دنیا میں ہوتے رہتے ہیں، ایک لمحہ کے لئے دنیا میں بند نہیں ہوتے۔ جیسا کہ سابقہ گزر چکا ہے یہ رسالت آپؐ کے انتقال کے بعد خرق عادت کو مانع ہے۔ اس حدیث کی تائید مندرجہ ذیل حدیثوں سے ملتی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ باہلی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِیْ ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی مجھے اللہ نے تمام جہانوں کی ہدایت اور رحمت کے لئے بھیجا ہے (مسند ابوداؤد طیالسی جزء ۸ باب حدیث

ابی امامۃ) اس حدیث کی اسناد اوّلاً تو صحیح ہے، ورنہ درجہ حسن سے یقیناً نہیں گر سکتی ہے۔

دوسری حدیث بھی ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آنا نبی التوبۃ و نبی الرحمۃ (مشکوٰۃ باب اسماء النبی) یعنی میں توبہ اور رحمت کا نبی ہوں۔ یعنی آپؐ کی نبوّت جو سراسر رحمت ہے۔ اُمّتی کی توبہ قبول ہونے کی علّت ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ اُمتِ محمدیہ کا مومن اگر گناہ کرے اور سچے دل سے توبہ کر کے خدا کے سامنے پشیمان ہو جائے۔ تو آسانی سے۔ بلا تکلیف اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ اور ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کئے ہی نہیں بخلاف سابقہ اُمتوں کے کہ ان کی توبہ نہائت شدّت اور سختی سے قبول ہوتی تھی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم گوسالہ پرستی کے گناہ سے آلودہ ہوئی۔ پھر جب انھوں نے پشیمان ہو کر توبہ کی تو ان کو ارشاد ہوا۔ کہ اپنی جانوں یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو۔ جب انھوں نے ایک دوسرے کو قتل کر کے خون کی نہریں بہائیں تو ان کے گناہ معاف ہوئے (سورۃ بقرۃ پارہ اوّل)

تیسری حدیث عن ابی ھریرۃؓ قال قیل یا رسول اللہ

Marfat.com

اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ھ (صحیح مسلم) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ مشرکوں پر بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اس کے سوا نہیں ہے کہ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یعنی اگر آپ اپنے تمام مخالفوں پر بددعا کرتے۔ تو سابقہ انبیا کی طرح سب کے سب ہلاک و تباہ ہو جاتے۔ لیکن چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ باوجود مشرکین کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیف اٹھانے کے ان پر بددعا کرکے ....
ان کو ہلاک نہیں کرایا۔ طائف کا واقعہ اس کی کافی دلیل ہے بخلاف سابقہ انبیاء کے کہ ان میں سے بعض نے اپنے مخالفین پر بددعا کرکے بیخ کنی کرا دی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے رب! کافروں میں سے زمین پر کسی کو نہ چھوڑ۔ اگر ان کو تو چھوڑ دے گا۔ تو ان میں سے کافر ہی پیدا ہوں گے۔ اس بددعا کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کے مخالف سب کے سب طوفان سے ہلاک ہو گئے (سورہ نوح)

چوتھی حدیث عن جبیر ابن مطعم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ رَحْمَۃٌ بَعَثَنِی اللّٰہُ وَلَا یَتَوَفَّانِیْ حَتّٰی یُظْہِرَ اللّٰہُ دِیْنَہٗ (معجم طبرانی) قال احمد بن صالح اَرْجُوْ اَنْ

بکون الحدیث صحیحا (تفسیر ابن کثیر زیر آیۃ رحمۃ للعالمین) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں رحمت ہوں اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے اور مجھ کو فوت نہیں کرے گا۔ جب تک وہ اپنے دین کو غالب نہ کرلے۔ یعنی آپؐ خدا کی طرف سے جو دین لائے وہ سراسر رحمت ہے۔ اگر آپؐ کی حیات بابرکات میں یہ دین بلند نہ ہوتا، تو دنیا میں قائم نہ رہتا۔ اور یہ امر رحمۃ للعالمین کے خلاف تھا۔ اللہ نے آپؐ کی زندگی میں اس لیئے اس کو غالب کیا؟ کہ آپؐ کے انتقال کے بعد بھی یہ دین دنیا میں قائم رہے اور رحمت کا باعث ٹھہرے

پانچویں حدیث عَنْ سُلَیْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ سَبَبْتُہٗ فِیْ غَضَبِیْ اَوْ لَعَنْتُہٗ فَاِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنْ وُلْدِ اٰدَمَ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُوْنَ وَاِنَّمَا بَعَثَنِیْ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِلْعَالَمِیْنَ فَاجْعَلْہَا صَلٰوۃً عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (مسند امام احمد تفسیر ابن کثیر زیر آیت مذکورہ) یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں اپنے غضب کی حالت میں جس مرد کو کوئی ملامت یا لعنت کردوں سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک مرد آدم کی اولاد میں سے ہوں مجھ پر بھی غصہ کی حالت دوسرے انسانوں کی طرح طاری ہوتی ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ نے مجھے عام جہان

Marfat.com

کی رحمت کے لئے بھیجا۔ پس اے اللہ! اس ملامت اور لعنت کو اس مرد کے لئے قیامت کے دن رحمت کر دے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح انسان تھے اور انسان پر طبعًا غصہ کی حالت طاری ہوتی ہے آپؐ کبھی بعض آدمیوں کے خلافِ شریعت کام کو دیکھ کر ملامت اور لعنت کرتے، جو فحش سے منزہ ہوتی۔ آپؐ نے ایسی لعنت اور ملامت کو اللہ سے دعا کر کے مومنوں کے لئے رحمت کرا دیا۔ جو ان پر قیامت کے روز ہوگی، نہ کافروں کے لئے! کیونکہ وہ اس روز رحمت سے محروم رہیں گے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی عجیب اور عظیم الشان فضیلت ہے کہ جن کی ملامت اور لعنت بھی قیامت کے دن مومنوں کے لئے رحمت بن جائے۔ ان کی رسالت بھی دنیا کے لئے یقینًا رحمت عامہ ہوگی۔

چھٹی حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ عَذَابٌ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِیْنَ (رواہ البخاری) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کی بابت سوال کیا آپؐ نے فرمایا یہ عذاب ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بھیج دیتا

Marfat.com

ہے۔ لیکن مومنوں کے حق میں اس نے اسے رحمت قرار دیا ہے۔ طاعون چونکہ خرق عادت اور مہلک عذاب تھا۔ جس سے سابقہ امتیں تباہ ہوئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت رحمت عامہ کے سبب اس کو رحمت قرار دیا۔ مہلک عذاب کا رحمت بن جانا بڑی عظیم الشان فضیلت ہے۔

ساتویں حدیث حضرت سعد رض سے روایت ہے۔ کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَقِ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيهَا (رواہ مسلم) یعنی میں نے اپنے رب سے تین درخواستیں کیں۔ جن میں سے دو مجھے عنایت کر دیں اور ایک نہ دی گئی۔ میں نے عرض کی کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرنا اور میری امت طوفان سے غرق نہ ہو یہ دو معروضات منظور ہو گئے۔ اور تیسری عرضداشت یہ پیش کی کہ ان میں خانہ جنگی نہ ہو۔ یہ درخواست بوجہ مخالفت قضا منظور نہ ہوئی

ف۔ عام قحط۔ جو تمام امت کو تباہ کرے اور ایسی

Marfat.com

طرح عام طوفان بھی جیسا کہ پہلی اُمتوں کو اس سے ہلاک کیا گیا۔ چونکہ بیخ کن اور خرق عادت عذاب ہے۔ اس لئے اس امت پر بوجہ آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے یہ اور اس طرح کا دیگر عام اور خرق عادت عذاب آنا ممنوع ہے۔ اور یہ آپؐ ہی کی خصوصیّت ہے۔

آٹھویں حدیث۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَجَارَکُمْ عَنْ ثَلَاثٍ اَنْ لَّا یَدْعُوَ عَلَیْکُمْ نَبِیُّکُمْ فَتَھْلِکُوْا جَمِیْعًا وَاَنْ لَّا یَظْھَرَ اَھْلُ الْبَاطِلِ عَلٰی اَھْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰی ضَلَالَۃٍ (رواہ ابوداؤد)

خدا نے تم کو تین مصیبتوں سے امن میں رکھا ہے۔ تمہارے خلاف تمہارا نبی بد دعا نہیں کرے گا۔ کہ سب فناہ ہو جاؤ۔ اور اہل باطل حق پرستوں پر غلبہ نہیں پائیں گے۔ اور تم سب گمراہی پر متفق نہ ہو گے۔

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر ایسا عذاب نہیں آئے گا۔ کہ وہ سارے نابود ہو جائیں۔ البتہ کبھی کبھی بطور تازیانہ عبرت بعض مقامات میں بے فرمانوں پر کچھ انواع و اقسام کے عذاب آتے رہیں گے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت میں ظہور عذاب کی خبریں سنائیں جس قدر مصائب اُمت پر آتے ہیں وہ پہلے دن سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخبری کی تصدیق ہے۔

تنبیہ۔ یاد رہے کہ قرآن جن اشیاء کو رحمت بتا رہا ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی رحمۃ للعالمین قرار نہیں دیتا۔ بخلاف حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے کہ ان کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دے کر تمام انبیا بلکہ سارے جہاں سے افضل ثابت کر دیا۔ جہاں عذاب آئے اس مقام کے ذوی العقول کے علاوہ غیر ذوی العقول بھی حیوانات، جمادات نباتات اس قہر میں شامل ہوتے ہیں اور ان کو تکلیف پہنچتی جیسا کہ حضرت نوح ؑ وغیرہ کا قصہ اس امر کی شہادت دیتا ہے (دیکھو سورت ہود) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی بدولت ذوی العقول جن و انس کو عذاب سے امان ہوا۔ تو دوسری تمام چیزیں بطریق اولیٰ مامون اور محفوظ رہیں گی۔ کیونکہ وہ معذب تو تب ثابت ہوں۔ کہ وجہ عذاب بھی ہو اور خرق عادت عام عذاب کا آنا ناممکن، لہذا ان تمام چیزوں کا ایسے عذاب سے معذب ہونا بھی محال ہوا۔ یہ فائدہ ان کو آپ کے مرتبہ اور رسالت کے سبب پہنچا۔ یہ خاص آپ کا ہی مرتبہ اور فضیلت ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ رحمۃ للعالمین کا اگر یہی مطلب ہے۔ کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین و رسالت دنیا میں قائم ہے اور اس پر عملدرآمد بھی ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں عام عذاب جس نے

Marfat.com

مخالف یکسر ہلاک ہو جائیں آنا ممنوع ہے۔ تو مندرجہ ذیل حدیثوں کا کیا مطلب ہوگا۔ جن میں اس امر کی .... تصریح کی گئی ہے۔ کہ اس اُمت میں جب شراب نوشی باجوں کا بجانا اور گانے والی عورتوں کی کثرت ہو جائے گی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا جائے گا، تو اس وقت کئی لوگ زمین میں دھسائے جائیں گے اور آسمان سے سنگ باری ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذاب خاص کر انہیں لوگوں پر ہوگا۔ جو کبائر کا ارتکاب کریں گے۔ اس کا ثبوت ان حدیثوں پر غور کرنے سے ملتا ہے۔ لہذا یہ عذاب مہلک کل نہ ہونے کی وجہ سے رحمۃ للعالمین کے خلاف اور منافی نہیں۔ ترجمہ احادیث مندرجہ ذیل ہے۔

پہلی حدیث:۔ کہ میری اُمت کے لوگ شراب نوشی کریں گے، اس کا نام اور ہی تجویز کر لیں گے۔ ان کی مجلس میں باجے بجیں گے راگ ہوگا، خدا ان کو زمین میں دھسا دے گا۔ اور ایک جماعت کو ان میں سے بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں اتارے گا (ابن ماجہ)

دوسری حدیث:۔ اس اُمت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ ان کو زمین میں دھسایا جائے گا، اور ان کی شکلیں

تبدیل ہو جائیں گی۔ آسمان سے سنگ باری بھی ہوگی۔ کسی نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ یہ واقعات کب رونما ہوں گے، فرمایا جب سرود اور نوحہ کرنے والیاں کثرت سے ہوں گی اور باجوں کا چرچا ہوگا۔ شراب نوشی زیادہ کی جائے گی (ترمذی)

تیسری حدیث:۔ میری امت کے بہت افراد غرور اور تکبر اور لہو و لعب میں شراب نوشی کریں گے اور صبح ہوتے ہی وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل جائیں گے کیونکہ وہ محرمات کو حلال سمجھیں گے۔ اور گانے والی عورتیں ان کے ہاں موجود ہوں گی۔ شراب نوشی کرنا، سود خواری، ریشم پوشی ان کا رویہ ہوگا (رواہ عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند)

ان احادیث سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ جو گناہ ان حدیثوں میں مذکور ہیں۔ ان کے مرتکبین پر ہی عذاب نازل ہوگا نہ کہ دوسروں پر۔ نیز معترض یہ کہنے کی بھی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ عذاب عام نہیں لیکن خرق عادت عذاب تو ضرور ہے۔ جو بزعم آپ کے رحمۃ للعالمین کے ہوتے ہوئے نازل ہونا ممنوع ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ عذاب بے شک خرق عادت ہیں۔ لیکن ان کا نزول قیامت کے قریب ہوگا۔ جس وقت

Marfat.com

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا کلیتہً انکار کر دیں گے۔ اس پر عمل کرنا اور استغفار کا وظیفہ تو درکنار زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا۔ بلکہ اس زمانہ میں وہ تمام گروہ جو استغفار کرتے ہیں۔ مر جائیں گے اور کوئی مومن باقی نہ رہے گا۔ شریر اور ناپاک لوگوں کو عذاب کر کے ان پر ہی قیامت قائم کی جائے گی (مشکوٰۃ باب لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی اَشْرَارِ النَّاسِ) مومنوں کے وجود سے رسالت و دین قائم ہے۔ جب مومن نہ رہے تو دین و اسلام جو رحمت ہے اور غضب کو روکنے والا ہے نہ رہا، اور روکنے والے کے نہ ہونے کی صورت میں شریر لوگوں پر ایک حد کے بعد بوقت قرب قیامت عذاب آنا ممنوع نہ ہوا پس جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت رحمت عامہ ہے۔ اسی طرح باعتبار تعلیم کے سورج اور چاند کی طرح روشن اور جلوہ گر سب جہان میں انوار گستر ہے۔

سراجاً منیراً

مسئلہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق

آیت نمبر ۱۵ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورۃ احزاب) منیر باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی روشن کرنے والے کے ہیں۔ وہ چیز جو خود نورانیت رکھنے کے علاوہ دوسری چیز کو بھی روشن کرے اس کو منیر کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چونکہ یہ چیز بہت زیادہ تھی۔ اس لیے آپ کو اس صفت سے موصوف کیا گیا۔ قرآن میں منیر چاند کی صفت بیان کی گئی ہے وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا (سورۃ فرقان) اور سراج سورج کو فرمایا گیا وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْھِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (سورۃ نوح) یعنی آسمانوں میں اللہ نے چاند کو روشن کرنے والا بنایا اور سورج کو چراغ پیدا کیا۔ پس آیت مذکور کے معنی یہ ہوئے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیشک ہم نے آپ کو گواہ اور مومنوں کو خوشخبری دینے والا اور کفار کو عذاب سے ڈرانے والا

Marfat.com

اور لوگوں کو اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ قرآن مجید نے سراج منیر کا لفظ بجز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے کے حق میں استعمال نہیں کیا۔ یہ بڑی رفیع القدر اور شاندار فضیلت ہے۔ سراج منیر کے معنوں میں سے اول یہ ہے کہ آپ کو قرآن دیا گیا اور اس کو اللہ نے جا بجا نور سے تعبیر فرمایا۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (سورہ نساء) اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف نور ظاہر نازل کیا۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورہ ابراھیم) ارشاد باری ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے کتاب کو اس لئے آپ کی طرف نازل کیا کہ آپ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو اندھیروں میں سے نور کی طرف نکالیں اسلامی تعلیم یعنی قرآن حدیث کو بطور استعارہ کے اس لئے نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہ اس کی حقانیت و صداقت سورج اور چاند کی طرح جہاں افروز اور جلوہ گر ہے۔ نیز نور کے ساتھ اس کی یہ مناسبت بھی ہے کہ اس کی ہدایت پر چلنے والا نافع اور ضرر دینے والی چیزوں میں تمیز کرتا ہوا منزل مقصود تک اسی طرح پہنچ جاتا ہے۔ جس طرح آدمی سورج اور چاند کی روشنی

Marfat.com

میں خطرناک چیزوں سے بچتا ہوا سیدھا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اسلامی تعلیم کو جو ہدایت اور راہِ راست ہے۔ کہ اس میں امر بالمعروف پر عمل کرنا اور نہی عن المنکر سے پرہیز کرنا سورج اور چاند جیسا نور ہے، اور کفر اور جہالت، شرک اور بدعت کو ظلمات اور اندھیرے اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ ان پر چلنے والا منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ راستہ میں کسی گڑھے میں ہی گر کر اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ چونکہ ہر نبی دین ہی کا مبلغ تھا۔ اور نبوت جو ایک عطیہ اور وہبی چیز ہے۔ یہ بھی دین اور شریعت ہے اور یہ بحیثیت دین ہونے کے نور ہے۔ تو تمام نبیوں کو یہ نور معنوی عطا ہوا۔ مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دبلیغ دین ملا۔ جو ہر جگہ پہنچنے والا تھا۔ اس لئے آپؐ کو سراج منیر کے وصف سے متصف کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ آپؐ کی تعلیم کی تجلیات سورج اور چاند کی روشنی کی طرح تمام انبیاءؑ کے ادیان پر غالب ہیں۔ جس طرح سورج کی جلوہ گری اور نورانیت کے مقابلہ پر چاند اور ستاروں کی روشنی نظر نہیں آسکتی، اسی طرح سراج منیر کی تعلیم کی تجلیات اور نورانیت کے مقابلہ میں تمام انبیاء کے دین ستاروں کی طرح ماند پڑ گئے۔ اسی طرح آپؐ کے قول اور فعل

کے مقابلہ میں جو سورج کی طرح روشن اور جلوہ گر ہے۔ کسی غیر نبی کا قول یا فعل خواہ وہ صحابی ہو یا امام و مجتہد وغیرہ کام نہیں دے سکتا بلکہ سورج کے مقابلہ میں کوئی چراغ جلانا اس کی نورانیت اور جلوہ گری کی توہین کرنا ہے جس طرح آسمانی سورج اور چاند کے بغیر جہان کی آبادی محال ہے اسی طرح روحانی سورج اور چاند یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے سوائے دنیا میں کسی مذہب والے کا گذارہ نہیں ہو سکتا اور اس کے ماننے بغیر انسان کی زندگی و معیشت تنگ ہو جاتی ہے۔ خواہ طوعاً مانے یا کرہاً۔ طوعاً کی کیفیت تو مسلمانوں کی ہے اور کرہاً کفار کی۔ ان کو بھی مجبوراً اس دین و قانون پر کاربند ہونا ہی پڑتا ہے۔ ان کی طبیعت ان کو اس امر پر مجبور کرتی ہے، اس کے بغیر ان کا جینا دشوار ہوتا ہے وہ اپنی تعلیم اور مذہب پر عمل کر کے ایک لمحہ اور سیکنڈ بھی دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے ان کو اپنی تعلیم چھوڑنی پڑتی ہے عیسائیوں کے مذہب میں کسی سے لڑنا بلکہ شریر کا مقابلہ کرنا بھی سخت منع ہے (دیکھو متی باب ۵ درس ۳۹) میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے لیکن عیسائیوں نے ہمیشہ ہی اپنی ناقابل عمل تعلیم کی دل کھول

Marfat.com

کر مخالفت کی اور اسلامی تعلیم کے محتاج ہوئے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۶ء تک جرمن اور برطانیہ جو عیسائی مذہب کے پیرو ہیں ان کے درمیان شدت سے جنگ ہوتی رہی! برطانیہ کی طرف سے جو ترکی پر مظالم اور ستم ڈھائے گئے وہ تمام دنیا میں واضح ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ دین مسیحی پر عمل ہے یا اسلامی قانون پر؟ بے چارے کیا کریں، ان کو معلوم تھا کہ یہ دن اپنے مذہب پر عمل کرنے کے نہیں ہیں۔ اگر عمل کریں تو حکومت ہاتھ سے جاتی ہے۔ اسلام نے اگر دفع شر اور فساد کے سد باب کی خاطر شرارتی اور فسادی کے مقابلہ کی اجازت دے دی ہے تو وہ فوراً مورد طعن بنا اور منہ پھاڑ پھاڑ کر زبان درازی کرتے ہیں نہ وہ بھی شرم نہیں کی گئی۔ لیکن آخر مجبوراً مذہب اسلام پر انہیں عمل کرنا ہی پڑا۔ آریوں نے بھی بڑے پیچ و تاب کے بعد قوانین اسلام کی جانب پلٹا کھایا! ان کے مہارشی سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش کے چوتھے باب میں بیوہ عورتوں کو دوسرا نکاح کرنے سے سخت منع کیا ہے۔ جب آریوں نے اس پر عملدرآمد شروع کیا۔ تو بڑے حیاسوز واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ حرامکاری کا چرچا ہوا۔ اور بڑے بڑے خاندانوں کی عزت خاک میں مل گئی۔ کیوں نہ ہو۔ کہ یہ امر صریح

Marfat.com

فطرت کے خلاف ہے۔ بیس چوبیس سالہ لڑکی کا خاوند جب مر جائے اور اسے نکاح سے روکا جائے تو وہ بیچاری مجبور ہو کر حرامکاری میں تو ضرور مبتلا ہوگی۔ پس آریوں نے جب اپنی عزت کو برباد ہوتے دیکھا تو ویدک دھرم کی تعلیم کو پسِ پشت ڈال کر اسلام کی قدم بوسی کرنے لگے نکاح بیوگاں اور طلاق کے آئین بھی اسمبلیوں میں پاس کرائے کہ ہم میں بیواؤں کے نکاح اور طلاق کا رواج ہونا چاہیئے۔ غرض کہ اسلامی تعلیم کا کوئی نہ کوئی حصہ کسی نہ کسی طریق سے ہر مذہب کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اور سراج منیر کا یہی مطلب ہے۔ اس کی جہاں افروز تعلیم سے کوئی مذہب باہر نہیں رہ سکتا۔ یہ اس کی اعلیٰ پایہ کی صداقت و فضیلت ہے۔

سراج منیر کا دوسرا مطلب

دوسرا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے وجود میں معنوی نور کے علاوہ ایک مادی اور حقیقی نور بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ ان کے جسم سے نکل کر نمودار اور شعلہ زن ہوتا ہے کہ حاضرین اس کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ سراج منیر ہیں۔ آپ میں یہ نور

بہ نسبت دوسرے انبیاء کے بہت زیادہ تھا۔ ایک نور تو انبیاءؑ کی پیدائش کے وقت ان کے ساتھ ہی پیدا ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر سورۂ صف زیر آیت اِسْمُہٗ اَحْمَدُ بحوالہ ابن اسحاق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، کہ آپؐ ہمیں اپنی ذات سے خبر دیجئے گا۔ یعنی آپؐ کے پیدا ہونے کی علت غائی کیا ہے؟ فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ یعنی انہوں نے میری پیدائش کے لئے دعا کی اور میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ یعنی انہوں نے میری آمد کی خوشخبری دی اور میری والدہ جب مجھ سے حاملہ ہوئیں، تو ان کے وجود میں سے ایک نور نکلتا ہوا ان کو دکھائی دیا۔ اس نور سے بصرای شہر کے جو شام کی زمین میں واقع ہے، ان کو محل نظر آنے لگے اس حدیث کا استاد جید ہے اور اس کے شواہد بحوالہ مسند امام احمد اسی جگہ مذکور ہیں

پہلی حدیث عرباض بن ساریہ سے روایت ہے۔ جس کا مضمون اسی حدیث کے مطابق ہے اس روایت میں صرف رؤیا کا لفظ واقع ہوا ہے جس کے معنی عموماً خواب

گئے ہیں، پھر اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبیوں کی ماؤں کو ان کی پیدائش کے وقت اسی طرح نور دکھائی دیتا ہے۔
دوسری حدیث ابوامامہ رض سے روایت ہے۔ جس کا مضمون بعینہٖ اسی حدیث کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ جب دوسرے نبیوں کی ماؤں کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی طرح نور دکھائی دیا۔ تو یہ آپؐ کا خاصہ نہ رہا۔ لیکن بایں ہمہ آپؐ کی والدہ کے لئے جو نور نمایاں اور جلوہ گر ہوا۔ وہ بہ نسبت دوسرے انبیاء کے نور سے بہت زیادہ تھا۔ کہ مکہ سے ان کو بصریٰ شہر کے محل نظر آنے لگے جو زمین شام میں واقع ہے۔ مکہ اور اس کے درمیان سیکڑوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ رہی یہ تحقیق کہ آپؐ کی والدہ کو جو نور نظر آیا۔ آیا وہ خواب میں تھا یا بیداری میں؟ سو اس کے متعلق تاریخ البدایہ ابن کثیر جلد ۲ باب صفت مولدہ میں بروایت ابن اسحاق ہے کہ یہ نور آپؐ کی والدہ کو خواب میں دکھائی دیا، لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ پھر اسی باب میں بروایت ابن سعد حضرت ابن عباس رض کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ آمنہ نے فرمایا۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا وقت قریب ہوا اور آپؐ میرے بدن سے جدا ہوئے تو آپؐ کے ساتھ ایک

نور نکلا جس کی وجہ سے مشرق سے لے کر مغرب تک روشنی پھیل گئی۔ اور بصری شہر جو شام کی زمین میں ہے، اس کے محل نظر آنے لگے اور اس شہر کے اونٹوں کی گردنیں بھی نمودار ہونے لگیں۔ اگرچہ یہ روایت بوجہ واقدی راوی کے (جس کے حق میں کلام کیا گیا ہے) صحیح نہیں۔ لیکن بوجہ متصل اور اہل سیر کے نزدیک مشہور ہوتے کے بہ نسبت منقطع کے کچھ جان رکھتی ہے۔ پس نتیجہ یہ کہ آپ کی والدہ کو دو دفعہ نور نظر آیا۔ پہلی دفعہ خواب میں، دوسری دفعہ بیداری میں فافہم۔

علاوہ ازیں انبیاء ع کے جسم مبارک میں ایک ایسا نور مخفی ہوتا ہے۔ جو کبھی کبھی ان کے جسم سے نکل کر ان کے چہرہ پر جلوہ گر اور شعاع زن ہوتا ہے، حاضرین اس کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ کمترین کی تحقیق کے بموجب یہ نبوت کا نور ان کے وجود میں نزول وحی سے پیدا ہوتا ہے۔ جب خدا کی وحی ان پر نازل ہوتی ہے تو ان کا دل اس سے متاثر ہو کر نور سے بھر جاتا ہے اور یہ نور مخلوق ہے۔

ترمذی اور دارمی نے حضرت جابر بن سمرہ رض سے متصل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک

Marfat.com

دفعہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا ایک دفعہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتا جو سرخ لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور ایک دفعہ چاند کی طرف۔ پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ احسن اور خوبصورت تھے (مشکواۃ باب اسماء النبی) اگر صحابی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی جلوہ گری و نورانیت چاند کی طرح دکھائی نہ دیتی۔ تو وہ اس کا چاند کے ساتھ موازنہ نہ کرتا اور اسے زیادہ احسن و خوبصورت نہ بتاتا۔

دوسری حدیث سنن کبرٰی بیہقی جلد ۷ باب الحیض علی الحمل) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس کی اسناد میں امام بخاریؒ کا واقع ہونا اور امام بیہقی کا اس سے فقیہانہ استدلال کرنا اور جوہر نقی والے کا اس پر جرح سے خاموش رہنا یہ تین امور اس حدیث کی صحت پر شاہد ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ بیٹھ کر سوت کات رہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جوتے جھاڑ کر صاف کر رہے تھے پس اسی حالت میں آپؐ کی پیشانی مبارک سے پسینہ جاری ہونے لگا۔ پس اس پسینہ سے نور پیدا ہونے لگا اللہ میں حیران

ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے عائشہ رضؓ! تو حیران کیوں ہوئی؟ میں نے عرض کیا آپؐ کی پیشانی مبارک سے پسینہ جاری ہؤا اور اس پسینہ سے نور پیدا ہونے لگا۔ اگر آپؐ کو ابو کبیر ہذلی شاعر دیکھتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کے جو اس نے اپنے محبوب کے حق میں کہا ہے آپؐ زیادہ حقدار ہیں۔ یعنی آپؐ پر اس کا شعر پورا صادق آتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ابو کبیر کیا کہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اس کا شعر پڑھ کر سنایا

ے فاذا نظرت الی اسارید وجھہ برقت کبرق العارض المتھلل

ترجمہ (اے مخاطب جب تو اس کے چہرے کی لکیروں اور نشانیوں کی طرف نظر کرے تو وہ ایسی چمکتی ہیں۔ جیساکہ چمکنے والے بادل سے شعلہ مارنے والی بجلی جلوہ گر ہوتی ہے)۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ پس میری طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے عائشہ رضؓ! میری طرف سے تجھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے، جس طرح تو نے مجھے خوش کیا، میں تجھے ایسا خوش نہیں کر سکا۔ اگر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ سے نور پیدا ہو کر نکلتا نہ دیکھتیں تو اس کی تشبیہہ

Marfat.com

بجلی کے ساتھ جس کا پرتو اور درخشانی بادل سے نکلتے وقت نہایت تیز ہوتی ہے۔ نہ نہیں۔ ایسا نور جو انبیاء ؑ کے وجود میں عموماً اور سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں خصوصاً بکثرت موجود تھا اور کبھی کبھی وہ چہرہ مبارک پر ظاہر ہوتا ہوا حاضرین کو دکھائی دیتا ایسا نبوت کا نور نہ مخلوق اور حادث ہے۔ اس نور پر تو ہمارا اہل سنت کا ایمان ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور قسم کا نور بھی بیان کیا جاتا ہے اس سے ہمیں سخت انکار ہے۔ کہ اس کی سند میں ایک جھوٹی اور جعلی حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ علامہ محمد بن طاہر حنفی نے امام ابن تیمیہؒ سے اس روایت کا موضوع ہونا ذکر کیا ہے۔ موضوع اس جھوٹی روایت کو کہتے ہیں۔ جو کسی شخص نے اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کر دی ہو۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ (تذکرۃ الموضوعات باب فضل الرسول) کوئی کذاب کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن مجھ سے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش خدا کے نور سے ہوئی جو قدیم ہے۔ پس خدا کا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور قدیم

ہوا۔ جس سے عیسائی عقیدہ کی طرح شرک لازم آیا۔ حالانکہ خدا کا نور قدیم اور غیر مخلوق ہے۔ جس میں کسی مخلوق کو اسلامی عقیدہ کے بموجب شرکت نہیں ہو سکتی۔ تمام مخلوق کے نور مخلوق اور حادث ہیں۔ حادث اور قدیم میں عقلاً بھی مماثلت محال ہے۔ نیز یہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے بھی سخت مخالف ہے۔ خدا فرماتا ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ خدا بے نیاز اور غیر محتاج ہے۔ صمد اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس میں کھوکھلاپن نہ ہو، نہ اس سے کچھ نکل سکے اور نہ کچھ داخل ہو سکے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور خدا سے نکلا۔ تو اس صورت میں اس آیت کا کذب لازم آیا۔ حالانکہ یہ محال اور صریح کفر ہے اس لئے ہمیں ایسے نور سے سخت انکار ہے۔ معلوم نہیں کہ روایت گھڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنے والا کون تھا۔ نہ اس کی کوئی سند ہے۔ اس لئے حافظ ابن حجر نے اقرار کیا۔ کہ مجھے اس کی سند نہیں مل سکی (رباب مذکور) نیز یہ عقیدہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ ہندو اپنے اوتار کرشن جی کے متعلق اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ درحقیقت ایشور پرماتما یعنی خدا ہی تھے۔ انسان کا روپ دھار کر دنیا میں ظاہر ہو گئے

اسی طرح حضرت مسیح ع کی نسبت عیسائیوں کا بھی ایسا ہی بدعقیدہ ہے۔ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے وہ نور مجسم ہو کر مسیحؑ کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہوا۔ شاید یہ روایت بنانے والا در پردہ کوئی عیسائی مبلغ ہی ہو۔ جس نے مسلمانوں میں عیسائی عقیدہ پھیلا کر ان کو اسلامی توحید کے عقیدہ سے ہٹا کر شرک اور غلو کی طرف لے جانے کی ناپاک کوشش کی۔ ایسی روایات کاذبہ کو وعظ میں بیان کر کے عوام کو شرکیہ عقیدہ کی طرف دعوت دینا صریح کفر اور حرام ہے۔ ایسے بدعقیدہ سے ہر انسان کو نفرت اور انکار کرنا چاہیئے۔

سراج منیر کا تیسرا مطلب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعی طور پر نہایت خوبصورت تھے۔ پھر آپؐ میں نبوت کا نور داخل کیا گیا۔ جس کے اثر سے آپؐ کے حسن و جمال میں اور زیادتی ہو گئی صحابہ کرام حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی سورج اور چاند کی روشنی سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ کے باب اسماء النبی سے چند احادیث کو نقل کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کہتے

Marfat.com

ہیں۔ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھے کوئی صفت سنائیں۔ وہ کہنے لگیں۔ اے بیٹا! اگر تو آپؐ کو دیکھ لیتا تو سورج طلوع ہونے والے کو دیکھتا (دارمی)

حدیث نمبر ۲:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا بیان ہے۔ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ (جامع ترمذی ابواب المناقب) میں نے کسی شئی کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوبصورت نہیں دیکھا گویا کہ آپؐ کے چہرہ میں سورج جاری ہوتا تھا۔ تحفۃ الاحوذی میں اس حدیث کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ اس کو امام احمد اور ابن حبان اور ابن سعد نے بھی روایت کیا ابن حبان نے اپنی کتاب کا نام صحیح رکھا۔ پس یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہوئی۔ جس طرح آسمان پر سورج طلوع ہوتا ہوا شعاع زن نظر آتا ہے۔ اسی طرح سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر حسن و جمال کی تجلیات و لمعات نمودار ہوتی تھیں۔ حضرت براء صحابی سے ایک مرد نے سوال کیا۔ آپ مجھے خبر دیجئے گا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ وہ فرمانے لگے نہیں۔ بلکہ چاند کی طرح جلوہ گر اور نورانی تھا (مسند دارمی) باب فی حسن

البنی، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ یہ تین حدیثیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبصورتی پر زبردست شہادت دیتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ ان کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔ (مسلم مشکوٰۃ باب المعراج) شارحین حدیث نصف حسن کے یہ معنی بتاتے ہیں۔ کہ حسن کی مطلق جنس سے ان کو نصف ملا، یا اپنے ہم زمانہ کے مقابلہ پر ان کو نصف حسن عطا کیا گیا۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا مقابلہ کرتے ہوئے ان میں کمی بیشی کی تمیز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایسے بلا دلیل مقابلہ سے دونوں میں سے کسی کی توہین لازم نہ آئے۔ اور انبیاء صادقین کی ذرا بھر بھی توہین کرنا کفر ہے۔ لیکن ہاں ہم سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبصورتی کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ جس کے بیان کرنے سے ہم رک نہیں سکتے۔ مشکوٰۃ کے کتاب الرؤیا بروایت بخاری مسلم حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت ابو قتادہ رضؓ بیان کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان خواب میں میری صورت و مثل نہیں بن سکتا۔ یہ شاندار فضیلت خصوصیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی کو

Marfat.com

حاصل ہے۔ کوئی نبی، فرشتہ یا ولی اس میں آپؐ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ شیطان خواب میں پیغمبرؐ کی شکل و صورت بن کر کسی مومن کو دھوکہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا اور دوسروں کی شکل بن جاتا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ پیغمبر صلعم کے سوا شیطان دوسرے انبیاء و ملائکہ کی شکل بن کر جب خواب میں دکھائی دے سکتا ہے، تو کیا اس سے ان کی توہین لازم نہیں آتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کے ان کی شکل بن کر خواب میں دکھائی دینے سے ان کی توہین نہیں، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت کو ان پر خاص فضیلت ہے۔ جس طرح کوئی بے ایمان کسی نبی یا فرشتہ یا ولی کا بت یا اس کی تصویر بنا کر اس کی پوجا کرے یا اپنے پاس رکھے۔ تو اس صورت میں جس طرح ان کی توہین نہیں ہوتی۔ اسی طرح شیطان کے خواب میں ان کی شکل بننے سے ان کی توہین نہیں ہو سکتی۔ ایسے بت یا تصویر کو جو نبی کی ہو یا ولی کی مسلمانوں کو اس کا توڑ دینا اور مٹا دینا لازم ہے۔ اس میں ان کی عزت ہے ذلت نہیں ہے۔

کتب سیر و احادیث میں مذکور ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ سے حضرت ابراہیمؑ اور

حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بتوں کو اپنے ہاتھ سے گرایا۔
تنبیہ:۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ خواب میں جو چیز دیکھی جاتی ہے۔ وہ اس کا اصلی اور حقیقی وجود نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی مثال ہوتی ہے جو بیداری کے بعد فانی اور زائل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ اسکی شہادت دیتا ہے۔ پس اس بنا پر جس مومن نے خواب میں نبیؐ کی زیارت کی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وجود مبارک کی شکل وصورت کو تو یقیناً دیکھا لیکن وہ حقیقی وجود نہیں ہوتا۔ وہ تو مدینہ منورہ میں مدفون ہے۔ اس وجود مبارک کا قیامت سے پہلے زندہ ہوکر قبر سے نکلنا محال ہے۔ پھر عالم مثال میں مشاہدہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ ایک شخص کا ایک رات اور ایک وقت میں مختلف ملکوں میں مختلف آدمیوں کو خواب میں دکھائی دینا ممکن بلکہ امر واقع ہے، اصلی وجود کا تقسیم ہوکر ایک وقت میں بہت سے آدمیوں کو خواب میں ملنا ناممکن ہے۔ پس اس بناء پر پیغمبر خدا کا حقیقی وجود مبارک کی مثال وصورت متعدد آدمیوں کو ایک وقت میں خواب میں ملنا تو ہو سکتا ہے! لیکن اصل وجود کا قبر سے نکلنا پھر اس کا ایک سے زیادہ اور متعدد بن جانا محال اور ممتنع ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وجمال اور نبوت کے نور سے آپؐ کا چہرہ جلوہ گر اور تر و تازہ تھا۔ اسی طرح آپؐ کے وجود اطہر میں شفقت اور نرمی نہایت درجہ تک موجود تھی؛

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کی فضیلت

آیت نمبر ۲۶۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ توبہ) خدا تعالیٰ لوگوں پر اپنا احسان جتلاتا ہوا فرماتا ہے۔ اے لوگو! تمہارے پاس ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں، جو تمہاری جانوں میں سے ہیں۔ (یعنی آدم ؑ کی اولاد سے) جو تمہیں ضرر یا تکلیف آئے اُن پر گراں اور شاق گذرتی ہے۔ یعنی تمہارے بڑے ہمدرد ہیں اور تمہارے نفع اور آسانی کے خواہشمند ہیں۔ مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رؤف اور رحیم کے اسمار سے یاد کیا گیا ہے۔ رؤف، رأفت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، رحیم، رحمت سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو صیغے مبالغہ کے وزن پر آتے ہیں، وہ کثرت کے معنی ظاہر کیا کرتے ہیں اور صفت مشبہ کا صیغہ اپنے موصوف سے ہمیشہ صفت کو قائم رکھنے کے لئے آتا ہے اور بالمؤمنین جار مجرور جو جملہ اسمیہ سے ملتا ہے۔ مقدم ہے مفید حصر ہے جس کے معنی خصوصیت

Marfat.com

کے ہیں۔ پس ترجمہ یہ ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص مومنوں کے ساتھ ہی پیار کرنے والے اور ہمیشہ بہت رحم کرنے والے ہیں۔ یہ آپؐ کی شفقت وپیار اور اسلامی طریقہ مومنوں کے ساتھ ہی خاص تھا جس میں کافروں کا کوئی حصّہ نہیں۔ ورنہ طبعًا شفقت و پیار تو کافروں سے بھی تھا۔ حتٰی کہ ان کا کفر دیکھ کر ان کی ہمدردی کی خاطر اتنا غم کرتے۔ کہ آپؐ کی جان پر شاق گزرتا اور خدا تعالیٰ کو تسلّی دینی پڑتی۔ فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ (سورہ کہف) لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (سورہ شعراء) یعنی کافروں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے شاید آپؐ اپنی جان کو ہلاک نہ کر دیں۔ ہمیں اس امر کا اعتراف ہے۔ کہ تمام انبیاءؑ اپنی امتوں کے ساتھ پیار کرتے تھے۔ لیکن اس آیت میں آپؐ کا خاصہ یہ ہے۔ کہ آپؐ کی صفت میں یہ دو نام اشتراک لفظی کے طور پر فرمائے گئے۔ اور اس ترکیب کے ساتھ مذکور ہیں۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے وصف میں فرماتے ہیں۔ یہی آپؐ کی خاص فضیلت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ خدا تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں لفظی مشارکت تو بے شک ہے۔ لیکن درحقیقت ان میں بڑا فرق ہے۔

Marfat.com

کیونکہ خداتعالی اپنی ذات اور صفات میں قدیم اور غیر محدود و بے مثل ہے، پس خدا تعالیٰ کا رؤف الرحیم ہونا اور غیر محدود یعنی کسی گروہ کے ساتھ خاص نہیں اور اس کی کوئی حد بھی نہیں بے مثل اور بے مانند ہے، بخلاف نبی کہ آپ بوجہ مخلوق اور انسان ہونے کے حادث یعنی اپنے پیدا ہونے سے پیشتر موجود نہ تھے۔ اس طرح آپ اپنے انتقال اور موت کے بعد عالم برزخ میں فردوس اعلیٰ میں آپ کی روح مبارک مسکن پذیر ہے۔ پس آپ کا رؤف رحیم ہونا قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ اس طرح محدود اور ایک گروہ سے خاص ہونے کی وجہ سے بے مثل نہ رہا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ مشارکت لفظی سے مشارکت ذاتی لازم نہیں آتی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ بعض الفاظ قرآن و حدیث میں جو خدا کے اوصاف میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ وہی الفاظ بعض جگہ انبیاء اور ملائکہ پر بھی بولے گئے۔ بلکہ بسا اوقات کفار پر بھی ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس الفاظ کے اعتبار سے خدا اور اس کی مخلوق انبیاء و ملائکہ اور کفار کو اوصاف میں برابر و مساوی سمجھنا غلط ہے۔ بلکہ ایسے الفاظ جس ذات پر اطلاق کئے گئے ہوں۔ ان کا وہ مفہوم لینا چاہیئے۔ جو اس کی ذات کے شایانِ شان ہو۔ مثلاً خدا کے حق میں ہے وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورۃ نحل رکوع ۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے

عزیز علیما، خدا کے حق میں ہے اِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ (سورہ نمل رکوع ۳) تحقیق میرا رب بے پرواہ بزرگ عزت دار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہے اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ (سورہ تکویر) تحقیق یہ قرآن رسول بزرگ، عزت دار کا قول ہے۔ کفار کو جب دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ تو ان کے سروں پر پانی بہا کر توبیخاً کہا جائے گا۔ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ (سورہ دخان) یہ عذاب چکھ بے شک تو دنیا میں بہت غالب اور عزت دار بنا ہوا تھا۔ سو خدا کے عزیز کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز کریم اور کافر کے عزیز کریم ہونے میں بڑا فرق ہے۔ اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اور رحمت مومنوں کے ساتھ خصوصیت کے طور پر کس طرح وقوع پذیر ہوتی تھی۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی مقروض فوت ہو جاتا۔ تو بیت المال سے اس کا قرضہ ادا فرماتے۔ اس کا ترکہ اس کے وارثوں کو دیتے۔ اور خود نہ لیتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت النبی اولی بالمؤمنین (سورہ احزاب) و بخاری کتاب التفسیر۔ مقروض کو جو بحالت قرضہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ پڑھنے سے محروم رہتا تھا۔ اپنی گرہ سے اس کا قرضہ ادا کر کے اس کے سر سے حقوق العباد کا بوجھ اتارنا، رحمت بسیار اور شفقت کی بہترین

دلیل اور اعلا نظیر ہے۔ بےشک رافت اور رحمت کے نام سے بہ ہیئت ترکیبی پکارا جانا آپؐ ہی کی خاص فضیلت ہونی چاہئے تھی۔

احادیث میں ایسے اور نظائر بھی ملتے ہیں۔ رافت اور رحمت کی فضیلت آپؐ کے اخلاق جمیلہ کی تمہید ہے۔ چونکہ آپؐ میں اخلاق عظیمہ و شمائل حسنہ انتہائی درجہ تک پائے جاتے تھے۔ اس لیے آپؐ میں شفقت اور مہربانی بہت زائد تھی۔

Marfat.com

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق جمیلہ کے فضائل

آیت نمبر ۱۷۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورۃ قلم ۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب الٰہی ہوتا ہے۔ تحقیق آپ بڑے خلق پر قائم و ثابت ہیں۔ خلق کے معنی طبعی عادت جس میں تہذیب، حسن ادب، مخالفوں کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے ان کو معاف کرنا خدا کی خلقت کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور حیا وغیرہ، ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام میں بے شک اخلاق حمیدہ اور تہذیب وغیرہ بدرجہ اتم موجود تھی۔ لیکن جس قدر یہ اخلاق عالیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں طبعی طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ کثرت اور عظمت کے اعتبار سے بہت وسیع تھے۔ کیوں کہ آپ کے خلق کی وصف عظیم لائی گئی ہے۔ اور کسی نبی کے خلق کی ایسی وصف قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ لہٰذا آپ کو خاص طور پر باعتبار خلق عظیم کے بھی عظیم الشان شرف حاصل ہے۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو خدا نے رسول بنا کر فرعون کے پاس تبلیغ کے لئے بھیجا۔ تو

Marfat.com

ان کو خطاب ارشاد فرمایا فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (سورہ طٰہٰ) یعنی تم دونوں فرعون کو نرم بات کہو۔ شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے۔ یہ آیت پتہ دیتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون کی طبیعت کو بوقت تبلیغ نرم کیا۔ بخلاف نبی صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے، کہ آپ چونکہ مخزن حلم، رحمت اور شفقت کے معدن تھے۔ بوقت سختی کرنے کے آپ کو کہہ کر سختی کیا جاتا ہے۔ آپ کو ارشاد باری ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (سورۂ تحریم ۱۴) اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی بھی کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی طبیعت میں حلم اور شفقت اور رحمت بہ نسبت غضب کے غالب تھا۔ اس لئے آپ کی طبیعت مبارکہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے برعکس تھی۔ فافہم۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا۔ یا ام المومنینؓ! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے خلق کی خبر دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے فرمایا کیا تو قرآن نہیں پڑھا کرتا؟ میں نے کہا کیوں نہیں! یعنی پڑھتا ہوں۔ فرمانے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کا خلق قرآن تھا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الوتر) تفسیر ابن کثیر میں زیر آیت مذکورہ بالا اس کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم طبعی

طور پر نرمی و شفقت اور علم کا منبع ہونے کے اپنی طبیعت مبارکہ کو قرآن کے احکام کے مطابق کر لیا کرتے تھے، جیسا کہ ظالموں سے مقابلہ کرنا، زانیوں، فسادیوں، شرابیوں، شریروں وغیرہ کو سزا دینا اور ضعیف مسلمانوں کو ان کے ظلم و فساد اور شرارت سے محفوظ کرنا یہ خلق عظیم کی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ ایسے موقع پر بڑے لوگوں کی برائیوں کا سدباب نہ کر کے نرمی سے ہی کام لینا خلق عظیم کی نوع اور اچھی عادتوں کی قسم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس وقت ایسی عادتیں اخلاق ذمیمہ اور عادات رذیلہ و قبیحہ میں شمار ہوں گی۔ تاہم آپؐ میں پیدائشی طور پر اس قدر نرمی اور حلم تھا کہ آپؐ نے کبھی اس امر کا جو آپؐ کے متعلق ہو۔ کسی سے انتقام (بدلہ) نہیں لیا۔ مگر خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب کرنے والوں سے ان کی گوشمالی کرتے ہوئے خدا کے لئے بدلہ ضرور لیتے (بخاری و مسلم) عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ (بخاری مسلم) حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی آپؐ نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہا اور کبھی یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا۔ اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں

Marfat.com

کیا۔ محاسن و اخلاق میں انبیاء میں سے کوئی آپؐ کا مثل نہیں حضرت انس فرماتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا (مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے بہت اچھے اور برتر اخلاق کے مالک تھے حضرت ابو سعید رضؓ کہتے ہیں۔ اس باحیا کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں محفوظ رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بھی زیادہ صاحب حیا تھے۔ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیہودہ گو اور لعنت کرنے والے اور گالیاں دینے والے ہرگز نہ تھے۔ آپؐ زجر و ملامت کے وقت غلطی کرنے والے کو صرف اتنا ہی فرما دیتے۔ اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو، اسے کیا ہو گیا (بخاری، مشکوٰۃ فی اخلاقہا وشمائلہ) کتب احادیث میں اس مضمون کی بکثرت احادیث مذکور ہیں (دیکھو مشکوٰۃ کا باب مذکور اور شمائل ترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خلق عظیم کی تلوار سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں کے دلوں کو ایسا فتح کر لیا۔ کہ ہزارہا آدمی آپؐ کے جاں نثار ہو گئے۔ اور بعض نے جہاد اور موت پر آپؐ کی بیعت بھی کی۔ جیسا کہ بیعت رضوان میں ہوا۔

Marfat.com

بیعت رضوان کا ذکر

آیت نمبر ۱۸- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (سورہ فتح) اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت آپؐ کا شرف ظاہر کرنے کے لئے یوں فرماتا ہے۔ اے رسولؐ! بے شک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں۔ سوا اس کے نہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ مبایعت کا مادہ بیع ہے۔ لغت میں مطلقاً اس کے معنی تبادلہ کے ہیں شرعاً خرید و فروخت کے ہیں۔ غرض مبایعت میں کچھ لینا دینا ضروری ہے۔ بیعت شرعی اصطلاح میں اس عہد و پیمان کو بھی کہتے ہیں، جو اطاعت امام کے متعلق انسان اپنے نفس پر عائد کر لیتا ہے۔ اور وفاء عہد کا التزام بھی اس لفظ کے اندر شامل ہے (رحمۃ للعالمین خصوصیت نمبر ۳۲ صفحہ ۱۰۰ جلد ۳)

اس آیت کا ذکر خصائص النبی میں اس لئے کیا گیا ہے کہ اس سے خاص فضل و شرف محمدی کا ثبوت ملتا ہے۔ پہلے یہ کہ قرآن مجید میں کسی نبی کی بیعت کا اوّلاً تو ذکر ہی نہیں اور نبی کی بیعت کو خدا نے اپنی بیعت قرار نہیں

Marfat.com

دیا۔ بخلاف اس بیعت کے، چونکہ یہ بیعت نبی صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم کی برتری و اظہار جاہ کے لئے خدا کی مرضی سے ہوئی
لہذا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ کی طرح خدا تعالیٰ اسے
اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
شرف و احترام کا اظہار کرتا ہے۔ بیعت کرنے والوں کو جو
رتبہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ سے
کرتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر و کبیر وغیرہ میں یَدْ کے معنی نعمت
و احسان کے لکھے ہیں۔ پس معنی یہ ہوئے۔ کہ تم نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت جہاد پر کی ہے۔ یہ
تمہارا احسان ہے۔ اور اس کے بدلہ میں جو تم پر فضل الٰہی
ہوا۔ اور وہ نصرت جو تمہارے شامل حال ہوئی۔ تمہارے
احسان سے برتر و اعلیٰ ہے۔ سوم یہ کہ اس بیعت فائقہ کے
ذریعہ صحابہؓ پر جو اللہ کی طرف سے احسان ہوئے۔ ان کا ذکر
مندرجہ ذیل آیت میں کیا گیا ہے۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ
فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً
یَّاْخُذُوْنَھَا وَكَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان
مومنوں سے راضی ہو گیا۔ جو درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت
کرتے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ وہ اللہ نے

جان لیا۔ یعنی یہ لوگ صدق دل سے آپ کی اطاعت کریں
گے۔ اور وفاداری میں ثابت رہیں گے۔ غدارت نکالیں گے
پس اس کے سبب اللہ نے ان کے دلوں پر تسلی یعنی
اطمینان اتارا۔ اور ان کو فتح قریب کا ثواب دیا۔ اور وہ
حدیبیہ کی صلح جو اسی جگہ ان کے دشمنوں سے ہوئی تھی
اور اس کے بعد قریب ہی خیبر و مکہ کی فتح حاصل ہوئی۔

یہ بیعت رضوان حدیبیہ کی زمین میں ہجرت کے چھٹے
سال کیکر کے درخت کے نیچے کی گئی (تفسیر ابن کثیر آیت
مذکورہ جلد ۴ و تاریخ ابن کثیر غزوہ حدیبیہ جلد ۴) اس بیعت میں حضرت
ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ صلح کے وقت انہوں
نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو بھی کی تھی۔ اور حضرت علیؓ
بھی وہاں موجود تھے۔ بلکہ صلح نامہ انہوں نے ہی تحریر
کیا (مشکوٰۃ باب الصلح و کتاب الجہاد) حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں
کہ بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ کی
طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد بنا کر بھیجا۔ اور لوگوں نے
بیعت کر لی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ تحقیق حضرت
عثمانؓ اللہ اور اس کے رسول کی حاجت یعنی دین کے کام
کے لیے مکہ میں چلے گئے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے پر مارا۔ یعنی حضرت

Marfat.com

عثمان رضؓ کی طرف سے خود بیعت کر لی ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضؓ کے لئے لوگوں کے ہاتھوں سے جو ان کے اپنی جانوں کے لئے ہی تھے بہتر تھا (بیہقی، ابن ہشام، تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ (ترمذی) مشکوٰۃ باب مناقب عثمان رضؓ بخاری باب مذکور) یعنی جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر کے ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمان رضؓ کا ثواب ان سے بالا تر تھا۔ کیونکہ ان کے ہاتھ کے قائم مقام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھا۔ اور بیعت کرنے والے چودہ سو آدمی تھے اور بعض روایات میں پندرہ سو بھی آئے ہیں (بخاری کتاب المغازی) از روئے آیت مذکورہ بالا بیعت رضوان کرنے والوں کو خدا کی جانب سے چار شاندار فضائل حاصل ہوئے ۔ اوّلؔ خدا کا ان پر راضی ہونا یہ بڑا عظیم الشان درجہ ہے ۔ دوسرا ان کے دلوں پر تسلی کا اتارنا ۔ تیسرا ان کو اس کے قریب ہی پر غنیمت و فتح کا حاصل ہونا ۔ چوتھا ام معشر صحابیہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زوجہ حضرت حفصہؓ کے پاس یہ کہتے سنا ۔ کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ۔ ان میں سے کوئی بھی نار میں داخل نہیں ہوگا ۔ انشاء اللہ (صحیح مسلم جلد ۲ باب من فضائل اصحاب الشجرۃ) علاوہ ازیں قرآن کی اکثر آیات صحابہ کرام کے ایمان اور ان کے بلند پایہ ہونے کی شہادت دیتی ہیں

Marfat.com

اس طرح ان کے مناقب و فضائل میں خصوصًا خلفاء اربعہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی شان میں جو احادیث صحیحہ کتب احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ تواتر معنوی کو پہنچ چکی ہیں ۔ پس جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاءؑ سے افضل و اشرف ہیں ۔ اسی طرح آپؐ کے صحابہؓ کرام بھی اُن کے صحابہ کرام سے افضل و بلند پایہ تھے ۔ پس صحابہ کرام کو عمومًا اور خلفاء اربعہ کو خصوصًا کافر یا منافق یا مرتد کہنے والا قرآن و حدیث کی تکذیب کرنیوالا ہے ۔ اور قرآن و حدیث کا مکذب ، رسول کا مکذب ہے ۔ پس ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوا ۔ صحابہ کرام کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے سبب سے ایسے پاک و صاف ہو گئے تھے ۔ کہ ان میں ذرہ بھر بھی کوئی عیب نہ رہا ۔ بلکہ ایمان اور یقین میں سب سے زیادہ سبقت لے گئے ۔

Marfat.com

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تزکیہ کا بیان

آیت نمبر۱۹۔ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ (سورہ بقرہ ع ۱۸) اے لوگو! ہمارے رسول تم پر ہماری آیات پڑھتے ہیں اور تمہیں پاک وصاف کرتے ہیں اور تمہیں کتاب و حکمت یعنی قرآن و حدیث سکھاتے ہیں۔ اس آیت میں یُزَکِّیْکُمْ جو مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر تزکیہ ہے۔ اس کے معنی پاک وصاف کرنے کے ہیں۔ ابن کثیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔ یُزَکِّیْکُمْ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو برے اخلاق اور جاہلیت کی عادات اور شرک وغیرہ سے پاک وصاف کرتے ہیں۔ اور ان کے نفوس کو گناہوں کے میل کچیل سے ستھرا کرتے ہوئے ظلمات سے نکال کر نور کی طرف ہدایت کرتے ہیں قرآن مجید میں یُزَکِّیْکُمْ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی نبی کی شان میں ذکر نہیں کیا گیا۔ لہذا آپ اپنی تعلیم کے ساتھ بذاتِ خود ہر عیب سے پاک و منزہ ہونے کے علاوہ آپ کے تزکیہ سے مومنوں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ بیشک حضرت مسیح ؑ کی شان میں غُلٰمًا زَکِیًّا (سورہ مریم ۲) آیا ہے

یعنی حضرت عیسٰی پاک لڑکے ہیں۔ زکیّ اس کو کہتے ہیں جو خود منزہ اور عیب سے پاک ہو۔ بخلاف مزکی کے جو یُزَکِّیْ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں دوسروں کو بھی گناہوں کی میل سے مبرا و صاف کرنے والا جو اپنے تزکیہ سے کسی دوسرے کو بھی پاک و صاف کر دے وہ زکیّ سے بدرجہا افضل و اشرف ہوتا ہے۔ مزکّی میں بہ نسبت زکیّ کے بہت زیادہ تزکیہ ہوتا ہے۔ تب ہی تو اس سے دوسرے لوگ حصہ یاب ہوتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باعتبار مزکی ہونے کے تمام سے ارفع و فائق تر ہیں۔ چونکہ آپ جامع کمالات تھے۔ لہٰذا خدا آپ کو خطاب کرتے وقت آپ کے عَلَم و نام کی بجائے ایسی وصف سے پکارتا ہے۔ جس سے آپ کی تشریف و تکریم ظاہر ہو۔

آیت نمبر ۲۰ - یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ (سورہ مائدہ)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو خطاب کرتا ہے۔ کہ اے رسول! جو کچھ خدا نے آپ کی طرف اُتارا ہے وہ پہنچا دو۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کا دستور ہے۔ کہ اگر وہ انبیاؑ میں سے کسی کو مخاطب کرے تو اس کو اس کے اسم یعنی نام لے کر پکارتا ہے۔ یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ (سورہ بقرہ) اے آدم! ٹھہر جا

Marfat.com

یَا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا (سورۃ ھود) اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جا۔ یَآاِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (سورۃ ھود) اے ابراہیم! اس سے منہ پھیر لے۔ یَامُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ (سورۃ اعراف) اے موسیٰؑ! میں نے تجھ کو لوگوں پر برگزیدہ کیا ہے۔ یَاعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ (سورۃ مائدہ) اے عیسیٰؑ بیٹے مریمؑ کے لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا جاتا ہے تو آپؐ کے اسم مبارک یعنی محمد و احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ بلکہ ایسے اوصاف عالیہ سے اسم کے مقام پر رکھ کر پکارا جاتا ہے کہ اس سے آپؐ کا عالیجاہ اور بلند پایہ معلوم ہو مثلاً یَآاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ (سورۃ مائدہ) اے رسول پہنچا دو۔ یَآاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ (سورۃ تحریم) اے نبی! کافروں سے جہاد کرو۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوّت کے کمالات و محاسن کاملہ کیفیّت و کمیت کے اعتبار سے انبیاءؑ سابقہ کی نسبت اکثر و اعلیٰ نہ ہوتے۔ تو آپؐ کو بھی ان کی طرح نام سے ہی خطاب کیا جاتا۔

مخفی نہ رہے کہ موصوف کے نام کی تصریح کو چھوڑتے ہوئے اس کی تعظیم و تکریم اور بزرگی کے اظہار کی غرض سے اس کے ایسے صفات کمالیہ کو اسم کے قائم مقام رکھا جاتا ہے۔ جن سے مخاطب کے ذہن میں اس کے رتبہ

Marfat.com

کا اظہار ہو۔ اور اس وقت موصوف کا نام لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

سوال

احادیث صحیحہ تمہارے مدعا کی مخالفت کرتی ہیں کیونکہ اکثر احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو آپ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اِنَّ رَبِّیْ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اِذَا قَضَیْتُ قَضَاءً فَاِنَّہٗ لَا یُرَدُّ (مسلم مشکوٰۃ باب فضائل بیننا) ارشاد الٰہی ہے۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک میں جب فیصلہ کروں۔ تو وہ رد نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی تقدیر نہیں ٹل سکتی۔ اسی طرح شفاعت کی حدیثوں میں بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اُمت کی شفاعت کریں گے۔ آپ کو ارشاد خداوندی ہوگا۔ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ جن میں اسمی خطاب کی تصریح ہے۔ جمیع اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ کہ حدیث صحیح مرفوع قولی ہو یا فعلی یا تقریری وہ خدا کی وحی ہے۔ پس جب حدیث وحی الٰہی ہونے کے بموجب قرآن کے مساوی ٹھہری۔ تو اس میں دیگر انبیاء کی طرح اسم مبارک سے خطاب ہوتا ہے۔ پس تمہارا صفاتی خطاب کے خاصہ ہونے کا جو مدعا تھا۔ اس کی نفی ہو گئی۔ اور خاصہ

Marfat.com

کی نفی اس فضیلت کی بھی نفی کرتی ہے۔ جس صورت میں یہ خاصہ نہ رہا۔ تو جو فضیلت اس سے ثابت ہوئی تھی وہ بھی چلی گئی +

جواب

بے شک ہمارا ایمان ہے۔ کہ حدیث صحیح مرفوع وحی الٰہی ہونے میں قرآن کے برابر ہے۔ لیکن قرآن بوجہ چند خصوصیات کے حدیث پر فوقیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور رسول ہونے کے علاوہ خصوصیات قرآنیہ وحدیثیہ کی بناء پر انبیاء عظام پر فضیلت و برتری رکھتے ہیں۔ قرآن مجید خدا کا لفظی اور معجزانہ کلام ہونے کی وجہ سے بے مثل ہے اور حدیث میں یہ وصف پائے نہیں جاتے۔ پس جب قرآن کا حدیث پر فائق و برتر ہوتا ذہن نشین ہو چکا تو اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے خصوصیات مقتضاء کے علاوہ تمام انبیاء کے برابر ہیں پس بموجب اس کے جس طرح ان کو نام سے خطاب کیا گیا ہے آپ کو بھی اس سے حصہ ملنا چاہیئے تھا۔ خدا نے وہ خطاب جو آپ کو دوسرے نبیوں کے برابر کرتا تھا۔ اس کو حدیث میں جگہ دے دی۔ اور دوسرا خصوصیت کا

مذکورہ بالا خطاب جو اوصاف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کو قرآن میں جو اعلیٰ درجہ کی وحی ہے جگہ دے دی، اور موزوں بھی یہی تھا۔ کہ افضل صفت کو فائق تر وحی میں جگہ دی جائے خدا تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات و عادات اور لباس وغیرہ کے احترام و تکریم میں فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (سورہ مزمل) اے کپڑے اوڑھنے والے رات کو اٹھ، تفسیر ابن کثیر اور جامع البیان میں اس آیت کے مزمل کے معنوں میں نائم و بھی لکھا ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ اے کپڑا اوڑھنے والے سونیوالے، قرآن کے حافظ و قاری۔ سورہ مزمل سے پہلے جتنا قرآن نازل ہو چکا تھا۔ وہ تو یقیناً آپکو حفظ بھی تھا اور پڑھا بھی کرتے تھے۔ لیکن جب آپؐ کو یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ وحی نازل ہوئی۔ تو آپؐ اس حالت میں کپڑا پہن کر سوئے ہوئے تھے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، اے لابس الدثار (یعنی اے لباس پہننے والے) دثار اس لباس کو کہتے ہیں۔ جو بالوں پر پہنا جائے اور جسم پر بھی لگے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس، نیند اور عادات مبارکہ خدا کے نزدیک اعلیٰ مقام اور بلند پایہ نہ رکھتا۔ تو وہ آپکو بوقت وحی ان حالات سے مخاطب ہی نہ کرتا پس نبیؐ کی یہ خصوصیت آپؐ کے ارفع الدرجات ہونے کی شہادت دیتی ہے اور حضورؐ کی دعا کے ساتھ بڑے بڑے اہم امور میں تبدیلی بھی کی گئی۔

Marfat.com

تبدیلی کعبہ سے سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شرف

کا اظہار اور حرمین کی فضیلت!

آیت نمبر ۲۲- حضرت براءؓ کا بیان ہے ۔ کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے آئے ۔ تو آپؐ نے بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی۔ اور رسولؐ یہ دوست رکھتے تھے ۔کہ ان کو کعبہ کی طرف پھیرا جاوے یعنی خدا تعالیٰ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم کرے ۔ پس اللہ نے یہ آیت اتاری۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (سورۂ بقرہ) یعنی اے رسولؐ! ہم آپؐ کا چہرہ آسمان کی طرف بار بار پھرتا دیکھتے ہیں۔ پس آپؐ جس قبلہ کو پسند کرتے ہیں ۔ ہم یقیناً آپؐ کو اسی کی طرف پھیر دیں گے ۔پس بوقت نماز اپنے منہ کو مسجد الحرام بیت اللہ کی طرف پھیر لیجئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور آپ اسی امر کو دوست رکھتے تھے ۔ ایک آدمی نے آپؐ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ پھر وہ ایک صحابہ کی جماعت پر

Marfat.com

جو انصار تھے گزرا۔ وہ اس وقت عصر کی نماز کے رکوع میں تھے۔ اور ان کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔ پس اس نے گواہی دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر آیا ہے۔ اور بے شک آپ کو کعبہ بیت اللہ کی طرف منہ پھیر کر نماز پڑھنے کا حکم مل گیا ہے۔ وہ اس سے سن کر رکوع کی حالت ہی میں کعبہ شریف کی طرف پھر گئے۔ (حدیث صحیح حسن، ترمذی کتاب التفسیر سورۃ بقرہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔ کہ جس وقت صحابہ کو کعبہ بدلنے کی خبر دی گئی وہ فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ پس یہ سن کر وہ رکوع کی حالت میں ہی بیت المقدس سے پھر کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے (صحیح مسلم جلد اول کتاب المساجد باب تحویل الکعبہ) اس اختلاف کی تطبیق اس طرح ہے۔ کہ جن لوگوں نے فجر کی نماز میں کعبہ بدلنے کی خبر سنی وہ مسجد قبا میں تھے۔ جو مدینہ منورہ کے قریب ہی ایک جگہ ہے۔ اور حضرت براءؓ والا واقعہ جس میں عصر کی نماز کا ذکر ہے۔ اس سے الگ تھا اور قبا کا ذکر حضرت عبداللہ والی حدیث میں بھی موجود ہے پس الگ الگ واقعہ کی صورت میں اختلاف نہ رہا۔ مسلمانوں کو خیال کرنا چاہیئے۔ کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی سنت کی اتباع میں کیسے مضبوط و سرگرم تھے۔ سنت پہنچ جانے کے وقت ہی عمل میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ حال کے مسلمانوں کو بھی صحابہ کرام رض کی طرح سنت کی تابعداری میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔ تحفۃ الاحوذی میں بحوالہ طبری حضرت براء رض کی حدیث کے ماتحت حضرت ابن عباس رض کی حدیث نقل کی گئی ہے۔ جس سے مذکورہ بالا حدیثوں کا مطلب کھل جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں یہود کی اکثرت تھی۔ اور وہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی خدا نے اسی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم کیا۔ پس یہودی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قبلہ کی طرف موافقت دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ آپؐ کو سترہ مہینے اسی حالت میں گزر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی تھی۔ کہ آپؐ کو بیت اللہ کی طرف جو حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ تھا۔ نماز پڑھنے کی اجازت ہو جائے۔ خدا سے دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف نظر کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا کو قبول کیا۔ اور مندرجہ بالا آیت کو اتارا۔ اور بیت المقدس کی بجائے آپؐ کا قبلہ بیت اللہ مقرر کیا گیا۔ پھر امام احمد کی روایت جو انھوں نے بھی حضرت ابن عباس ہی سے کی

Marfat.com

ہے۔ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف ہی نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ کعبہ وہاں موجود تھا۔ پس مدینہ میں آکر اللہ تعالیٰ نے تاکیداً بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا دوبارہ حکم فرمایا۔ ان سب حدیثوں میں اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا خدا کا ہی حکم تھا۔ اس میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ پھر آپ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے بیت المقدس کو منسوخ کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اجتہاد اور اختیار سے ہی قبلہ مقرر کر سکتے۔ تو آپ کو بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونے میں خدا سے دعا کرنے اور اجازت کی انتظاری کی کیا ضرورت تھی۔ قبلہ کی طرف نماز پڑھنا بھی قیام و رکوع اور سجود کی طرح فرض ہے۔ اور فرض اجتہاد و اختیار سے نہیں بنایا جاتا۔ اس کے لئے نص قطعی اور خدا کے حکم کی ضرورت ہے۔ خیر یہ مسئلہ تو ضمناً آگیا۔ اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف و اکرام کا استدلال بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی کہتے ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ کہ زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر کی گئی۔ آپ نے فرمایا مسجد الحرام بیت اللہ۔ میں نے پھر عرض کیا

کہ اس کے بعد۔ پھر کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ مسجد اقصٰی یعنی بیت المقدس، میں نے کہا ان کے درمیان کتنا عرصہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا چالیس سال کا! (بخاری مسلم مشکوٰۃ باب المساجد) بیت اللہ کے بعد مسجد اقصٰی چالیس سال کے عرصہ میں بنائی گئی۔ اور اسے انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی مقرر کیا گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ خدا تعالیٰ نے ہزارہا انبیاء کے مقابلہ پر اکیلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے آپؐ کا پسندیدہ قبلہ آپؐ کی مرضی کے موافق مقرر کر دیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف دعائی مرتبہ ان سے زیادہ و فائق تر نہ ہوتا۔ تو ان انبیاء کا قدیم و مضبوط قبلہ چھڑا کر آپؐ کا پسندیدہ قبلہ مقرر نہ کیا جاتا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انبیاءؑ سے اعلیٰ و اشرف ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وطن عرب خصوصاً مکہ اور مدینہ کو جو مرتبہ و شرف حاصل ہے وہ کسی نبی کے وطن یا شہر کو نہیں ملا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ دونوں نے جب مکہ میں کعبہ کو تعمیر کیا۔ تو دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش و نبوت کے لئے خدا سے دعا مانگی کہ اے اللہ! مکہ والوں میں ایک رسول ان کی نسل ہی سے مبعوث فرما (سورہ البقرہ) اس دعا کے سبب سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے لئے کی گئی۔ مکہ کو وہ شرف حاصل ہوا۔ جو دنیا میں کسی شہر کو حاصل نہیں ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں مکہ کو حرم بنایا گیا (دیکھو سورہ ابراہیم) اور حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں ہی حج شروع ہوا۔ (دیکھو سورہ حج) لیکن جب بیت المقدس کو تعمیر کرا کر کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ تو مکہ و کعبہ کی وہ قدیم فضیلت لوگوں کے دلوں سے اٹھ گئی۔ کیونکہ قبلہ کا بڑا شان ہوتا ہے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے بیت المقدس کو منسوخ کرا کر کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ تو اس کی قدیم فضیلت کو جو زائل ہو چکی تھی۔ دوبارہ فروغ ہوا۔ پس مکہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے سبب عالی مرتبہ حاصل ہوا۔

اعتراض

اگر یہ دعوٰے صحیح ہے۔ تو معراج کی رات میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں نہ مکہ سے ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ بلکہ آپ کو براق پر سوار کر کے بیت المقدس پہنچایا گیا۔ اور پھر وہاں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مسجد اقصٰی کو کعبہ پر شرف حاصل ہے۔

جواب

اس کا یہ ہے۔ کہ آپ کا جسمانی معراج مکہ میں ہجرت سے پہلے وقوع پذیر ہوا۔ اور اس وقت بیت اللہ قبلہ نہ تھا۔

Marfat.com

قبلہ تو ہجرت کے بعد مقرر کیا گیا۔ جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ بیت المقدس کی طرف لے جاکر آپؐ کو اس لئے آسمان پر چڑھایا گیا۔ کہ اس عہد میں وہ انبیاء اور ان کی امتوں کا قبلہ تھا۔ اور قبلہ کو غیر قبلہ پر بڑا مرتبہ ہوتا ہے۔ اگر کعبہ اس عہد میں قبلہ ہوتا۔ تو آپؐ کو وہاں سے ہی آسمان پر چڑھایا جاتا۔ فافہم دوسرا درجہ مدینہ منورہ کا ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا دارالہجرت ہے۔ وہاں بھی مکہ کی طرح قرآن و حدیث نازل ہوتا رہا۔ پھر وہ مکہ کی طرح حرم بھی ہے۔ جیسا کہ اکثر احادیث صحیحہ میں اس کے حرم ہونے کا صاف صاف ذکر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لئے برکت کی دعا بھی فرمائی۔ نیز یہ بھی فرمایا۔ کہ مدینہ میں لوگوں کے لئے زندگی بسر کرنا بہتر ہے۔ کاش کہ لوگ اس بات کو جانتے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص مدینہ میں تکلیف اور مصیبتیں برداشت کرتا ہوا زندگی بسر کرے گا۔ قیامت کے دن میں اس کی گواہی دوں گا۔ اور سفارش بھی کروں گا۔ یہ تمام احادیث صحیحہ اصحاح ستہ کی روایات مشکوٰۃ کے باب حرم المدینۃ میں مذکور ہیں۔ پھر مدینہ منورہ کو ایک خاص مرتبہ یہ ملا ہے۔ کہ اس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم مدفون ہیں۔ آپؐ کی قبر تمام انبیاء علیہم السلام کی قبور سے بلند پایہ و اعلیٰ ہے۔ دارمی

Marfat.com

نے متصل اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت کعب رضؓ احبار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ وہاں اور لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت کعبؓ کہنے لگے۔ کہ ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے پروں سے قبر مبارک کو ڈھانپ لیتے ہیں، اور صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔ آپ پر صلوٰۃ پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ شام کے وقت چلے جاتے ہیں، پھر دوسرے دن ان کی بجائے اور ستر ہزار نازل ہو کر وہی کام کرتے ہیں۔ جو پہلوں نے کیا۔ یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پھٹ کر اس سے آپ کے زندہ ہو کر نکلنے (یعنی قیامت) تک جاری رہے گا۔ آپ ستر ہزار فرشتے میں زندہ ہو کر اپنا انعام ستھرا نے ملاقات کریں گے۔ (مسند دارمی باب ما اکرم اللہ نبیہ بعد موتہ) حضرت کعبؓ کا بیان ایک واقعہ کی خبر ہے جو اجتہاد سے نہیں ہو سکتا، اگر یہ غلط ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ام المومنین یا دیگر صحابہ و تابعین جو اس وقت وہاں موجود تھے ضرور اس کی تردید کر دیتے۔ چونکہ انھوں نے سکوت فرمایا لہٰذا یہ واقعہ ان کے نزدیک بھی درست اور مقبول تھا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد اقصیٰ[1] اور میری مسجد جو مدینہ میں ہے۔ ان دونوں

[1] بیت المقدس

Marfat.com

ہیں ایک نماز پڑھنے کا پچاس ہزار نماز کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور مسجد الحرام یعنی بیت اللہ میں ایک نماز ادا کرنے کے بدلے ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے (ابن ماجہ مشکوٰۃ باب المساجد) مسجد نبوی اور بیت المقدس نماز کے ثواب میں برابر ہیں۔ بیت المقدس کو مسجد نبوی جیسی فضیلت اسلئے حاصل ہوئی کہ حضورؐ نے معراج کی رات کو پیش امام ہو کر تمام انبیاء کو نماز پڑھائی۔

ہر غنی پر حج کرنا تو فرض ہے۔ لیکن نبیؐ کی مسجد اور بیت المقدس دونوں کی زیارت کرنا اور انمیں نماز پڑھنا سنت ہے۔ مسجد نبویؐ کے زائر کو آپؐ کے روضۂ اطہر کی بھی زیارت ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ وہ مسجد نبویؐ کے ساتھ ایسا ملا ہوا ہے گویا کہ اس کی ایک جزو ہے (اللہ تعالیٰ مصنف کو بلکہ ہر مسلمان کو حج بیت اللہ اور مسجد نبویؐ و روضہ اطہر اور بیت المقدس کی زیارت نصیب کرے، آمین) اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا فضل اور احسان کیا ہے۔ کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس نے تمام انبیاء و ملائکہ کا سید بنایا ہے۔ اور رسولؐ کا ہم پر بے حد احسان ہے کہ آپؐ نے بڑے بڑے مصائب برداشت کر کے ہمیں صراط مستقیم پر چلایا اور ہماری خیر خواہی و ہمدردی والدین سے بھی زیادہ کرتے رہے ہم پر آپؐ کے احسان کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ اور وہ آپؐ کی اتباع اور آپؐ پر صلوٰۃ و سلام پہنچانے سے ادا ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

درود شریف اور اس کے فضائل

آیت نمبر۲۳۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۂ احزاب) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ تم بھی نبی پر درود و سلام بھیجا کرو۔

ف۔ صلوٰۃ کے معنی لغت میں دعا اور رحمت و برکت، تعظیم، ثنا حسن یعنی اچھی صفت اور پاکیزگی کے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، جامع البیان تحت آیت مذکورہ، حاشیہ مشکوٰۃ، باب صلوٰۃ النبی و تحفۃ الاحوذی کتاب التفسیر سورہ احزاب جلد ۴ آیت مذکورہ میں صلوٰۃ کی نسبت اللہ، فرشتوں اور ایمانداروں کی طرف ہے۔ فرشتوں اور ایمانداروں کی نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے دعا کے معنوں میں استعمال کرنا صحیح ہے۔ بخلاف اللہ کے کہ اس کی طرف ان معنوں میں اس کا استعمال و منسوب محال ہے۔ کیونکہ اس کی دو شقیں ہیں۔

شق اول دعا وہ شخص کر سکتا ہے۔ جس سے پہلے کوئی حاکم قاہر و جبار موجود ہو اور اس سے ڈر کر اس کی بارگاہ

میں درخواست کی جائے۔ چونکہ خدا تعالیٰ ھُوَالْاَوَّلُ یعنی قدیم ہے اس سے پہلے کسی حاکم کا ہونا تو درکنار ادنیٰ ہستی بلکہ کوئی چیز بھی موجود نہ تھی۔ پس بموجب اس کے خدا تعالیٰ کا کسی سے دعا و التجاء کرنا محال و ممتنع ہوا۔

شق ثانی، دعا وہ شخص کر سکتا ہے، جس میں کوئی عجز ہو۔ چونکہ خدا تعالیٰ اس سے مبرا و منزہ ہے۔ بلکہ عزیز، ہر چیز پر غالب اور غنی ہے۔ لہذا اس کا کسی سے دعا کرنا محال ہوا" اور مطابق قانون میزانی و منطق یہ محال مندرجہ ذیل محال کو لازم کرتا ہے۔ وہ یہ کہ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو۔ تو ایسے مقام پر اس کا دعا کے معنی میں مستعمل ہونا محال ہے۔ البتہ یہ لفظ اس وقت اپنے دوسرے معنی دے گا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ خدا کے نبی پر صلوٰۃ بھیجنے کے یہ معنی ہیں، کہ وہ آپ پر رحمت و برکت کی بارش کرتا ہے۔ آپ کی پاکیزگی دنیا میں ظاہر کرتا ہے اور حسن ثنا یعنی اعلیٰ ترین اوصاف، آپ کا بلند پایہ فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے، فرشتوں کو بھی حکم کیا، کہ آپ کو ایسے اوصاف سے یاد کریں، اور خدا سے دعا بھی کریں، کہ وہ آپ کا بلند پایہ ان کے ہاں بیان کرتا ہے، خدا اور اس کے فرشتے آسمان میں آپ پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں اور زمین والے مومنوں کو بھی حکم دیا۔ کہ وہ بھی آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں، تاکہ آسمانی و زمین والوں کا آپ کی تعریف پر اتفاق ہو۔ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت مذکورہ) یہ اشرف اور با لاخصوصیت

Marfat.com

ہے۔ کہ اذ بلائے قرآن و حدیث کے کسی دوسرے نبی میں نہیں پائی جاتی۔ سلام و صلوٰۃ کو ہر نماز کے آخری التحیات میں درج کر دیا تاکہ کوئی مومن اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ رہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے نزدیک نماز کے آخری التحیات میں درود پڑھنا فرض ہے۔ اس کے دلائل کتب احادیث اور تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ میں موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر احادیث میں اس کی فضیلت پر زور دے کر مومنوں کو اس کی طرف راغب کیا کہ وہ اس کے وظیفہ میں زیادہ اور کثرت سے شوق رکھیں۔ فرمایا مجھ پر درود یعنی سلام بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ اور دس گناہ معاف کرتا ہے۔ اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں (نسائی مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی) علاوہ ازیں تارک کے لئے لعنت و عید بھی فرمائی۔ تاکہ مومن ترک بھی نہ کریں اور ڈر کر ہمیشہ یہ وظیفہ جاری رکھیں۔ فرمایا۔ وہ بخیل ہے جس کے سامنے میں ذکر کیا جاؤں تو وہ مجھ پر سلام نہ بھیجے (ترمذی صحیح حسن غریب) یہ لکھنے سے ہم نہیں رک سکتے۔ کہ تمام اسلامی علماء اور طلباء کی نسبت اہل السنت والجماعت اہلحدیث کے علماء اور طلباء نبی صلی اللہ علیہ و

آلہٖ وسلم پر اس قدر درود پہنچاتے ہیں، اور اس کا وظیفہ بھی کثرت سے کرتے ہیں، جس کی کوئی حد نہیں۔ ان کے مدارس میں بہ نسبت دیگر فنون کے علم حدیث پر بہت زور دیا جاتا ہے یعنی اس کو بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ کتب احادیث کا دورہ اور سبق پڑھنے کے وقت بکثرت سلام اور صلوٰۃ کا آواز بلند ہوتا ہے۔ ہر حدیث کے شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صفاتی نام مع درود کے لکھا ہوا ہے۔ مثلاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ بعض حدیثوں میں آپؐ کا نام بہ نسبت ایک بار کے بہت دفعہ مذکور ہوتا ہے اور مدارس میں طلبا کی تعداد بکثرت ہوتی ہے اور نوبت بہ نوبت سبق حدیث پڑھتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب استاد اور شاگرد کے درمیان محققانہ طور پر مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ تو ان کی زبان سے اثنائے گفتگو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مع درود کے جاری ہوتا ہے۔ یہ اس گروہ کی خصوصیت ہے، کثرت صلوٰۃ و سلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھیجنے سے دوسرے جملہ گروہ محروم ہیں و ذالک الفضل من اللہ ط

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر

Marfat.com

کے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا۔ اس سے ان کی فضیلت
اور شرف کا اظہار تھا لیکن خدا تعالیٰ خود اس سجدہ میں شریک
نہ تھا۔ محض فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور سجدہ بھی ایک بار
ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اس کے مقابلہ میں
صلوٰۃ عطا ہوئی۔ اس میں فرشتوں کے ساتھ مومنوں اور
خدا کا بھی اشتراک ہے اور ہر وقت پڑھا بھی جاتا ہے
جیساکہ آیت مذکورہ میں یُصَلُّوْنَ مضارع کے صیغہ سے اس
کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ فافہم۔ ماسوائے اس کے مخالفین
اسلام خصوصاً پادری فنڈر صاحب کا اعتراض جو انھوں نے
میزان الحق میں کیا ہے۔ ہم ناظرین کے ذہن نشین کرنا
چاہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پہنچاتے ہیں۔ جس کے معنی دعا
و استغفار کے ہیں۔ پس جو نبی اپنے امتیوں کے استغفار
کا محتاج ہے۔ اس کا دعوائے گنہگاروں کے شفیع ہونے کا
کیسے ہو سکتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ تمام انبیاءؑ
معصوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ امتیوں کے استغفار کے ہرگز
محتاج نہیں۔ بلکہ اس کے معنی تعظیم، رحمت، ثنا، حسن
برکت کے ہیں۔ جیساکہ اوپر گزرا۔ پس اللّٰھم صلی علی محمد
کے یہ معنی ہوئے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے بصورت صلوٰۃ دعا

Marfat.com

کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوجہ ثناء حسن اور پاکیزگی وغیرہ کی رو سے۔ آپ کی شریعت دنیا میں تا قیامت باقی رکھ۔ آپ کی عظمت اور شرف کو دنیا میں مشہور کر اور اسی طرح قیامت میں آپ کو امتیوں کے شفیع ہونے کی وجہ سے آپ کے شرف کو سب سے مافوق ظاہر کر اور آیت مذکورہ بالا کا سیاق و سباق بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ آیت کے ماقبل و مابعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ جس کی بناء پر مخالفین اسلام کا نبیؐ پر طعن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بصورت صلوٰۃ تعلیم دی۔ کہ آپؐ کی تعظیم مخالفین کے سامنے حسن ثناء و پاکیزگی اور عیب سے سالم ہونا دلائل کے ساتھ ثابت کر کے ان کے منہ بند کریں۔ چنانچہ اہل اسلام نے ان کے مطاعن کے جواب میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یاد رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے وہ دین لائے ہیں۔ جس کی رات بھی دن کے مثل سورج کی طرح روشن ہے آپ نے مومنوں کو بذریعہ اسلام ظلمت کفر سے نکال کر صراط مستقیم، نور، ہدایت، نجات اور جنت کی راہنمائی کی۔ یہ مومنوں پر نبیؐ کا بڑا احسان ہے۔ اللہ نے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مومنوں کو سلام اور صلوٰۃ کا وظیفہ سکھایا۔ اگر

Marfat.com

عیسائی لوگ درود پر اعتراض کرتے وقت انجیل کا مطالعہ کر لیتے۔ تو شاید یہ بیجا طعن نہ کرتے ۔ چنانچہ حضرت مسیح کی سکھائی ہوئی دعا مندرجہ ذیل ہے ۔

تم اس طرح دعا مانگا کرو کہ" اے ہمارے باپ تو آسمان پر ہے۔ تیرا نام پاک مانا جائیے ۔تیری بادشاہت آئے تیری مرضی جیسی آسمانوں پر پوری ہوتی ہے۔ زمین پر بھی ہو" (متی باب ۶ درس ۹تا۱۱) اگر کوئی مخالف اس دعا پر اعتراض کرتا ہوا یہ کہدے ۔کہ یہ عجیب خدا ہے ، جو اپنے بندوں کی دعا کا محتاج ہے ۔ اگر وہ اس کے لئے دعا نہ مانگیں ۔ تو نہ اس کا نام پاک مانا جاتا ہے ۔ اور نہ ہی اس کی بادشاہت آتی ہے اور اس کی مرضی جس طرح آسمان پر پوری ہوتی ہے ۔ زمین پر پوری نہیں ہوسکتی ، پس ایسا خدا جو اپنے بندوں کی دعا کا محتاج ہے ۔ اس کو عیسائیوں کے سوا کون خدا مان سکتا ہے ۔ فافہم ۔

یاد رہے کہ مشکوٰۃ کے باب الصلاۃ علی النبیؐ اور ابن کثیر تحت آیت زیر بحث اکثر احادیث صحیحہ مذکور ہیں ۔ جن کا خلاصہ یہ ہے ۔کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی ۔ صحابہ رضؓ نے آپؐ سے سوال کیا ۔ کہ سلام کو ہم جانتے ہیں ۔ لیکن خدا آپؐ پر اور آپؐ کی اولاد پر تشہد میں صلوٰۃ پہنچانے کا حکم

Marfat.com

کرتا ہے ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ پہنچائیں۔ آپؐ نے مندرجہ ذیل درود سکھایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ یعنی اے اللہ! آپؐ پر درود بھیج یعنی آپؐ کی عظمت کو دنیا میں ظاہر کر اور آپؐ کی آل پر بھی۔ جیسا کہ تو نے صلوٰۃ بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور اُن کی آل پر تحقیق تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت کر محمدؐ پر اور ان کی آل پر جیسا کہ برکت کی تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل پر تحقیق تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

بعض احادیث میں ان الفاظ کے ماسوا کچھ زائد الفاظ بھی آتے ہیں اور بعض میں کم، احادیث کے تمام صیغوں پر نظر ڈالنے سے یہ امر آفتاب تاباں کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں اللہ کو مخاطب کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غائب۔ جیسا کہ درود کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اے اللہ! محمدؐ پر درود بھیج۔ علاوہ ازیں وہ چھوٹا سا درود جو حدیثوں کے شروع میں آتا ہے۔ اس میں اللہ و رسول دونوں کو غائب کیا ہوا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

Marfat.com

اللہ آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر درود بھیجے۔ یہ تو وہ صلوۃ مسنونہ ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اہل بدعت اور شرک پسندوں نے ایسا درود اختراع کیا۔ جو شریعت کے سراسر خلاف ہے۔ یعنی نبیؐ کو مخاطب اور اللہ کو غائب کیا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول! اللہ آپؐ پر درود وسلام بھیجے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ پر سلام و درود ہو۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول! اللہ آپؐ پر درود وسلام بھیجے اور اے اللہ کے حبیب! آپؐ کی آل پر۔ یہ خدا اور رسول کی صلوۃ کے خلاف اہل شرک و بدعت کی مسجدوں میں بعد از صلوۃ صبح اور مجلس میلاد میں۔ جو سراسر شرک و بدعت کی مجلس ہے۔ عموماً سریلی آوازوں سے گایا جاتا ہے اور ترنم سے اس کی نغمہ سرائی کثرت سے ہوتی ہے۔ یہ درود کسی ملحد اور زندیق کا اختراع کیا ہوا ہے۔ جو درپردہ اہل اسلام کا سخت دشمن تھا جس نے ایسا شرکی اور مخالف شریعت درود اختراع کیا۔ جس سے جاہل مسلمانوں کی طبیعتوں کو اصل درود سے ہٹا کر بلکہ اس سے متنفر کر کے شرک اور مخالف درود کی طرف مائل کر دیا۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

Marfat.com

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ فضائل

جن کا ظہور قیامت کو ہو گا

چونکہ اسلامی عقیدہ کے مطابق دنیا کے ختم ہونے کے بعد قیامت آنے والی ہے لہذا ہم وہ خصوصیات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جو فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ مرتبہ و شرف کو قیامت میں ظاہر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فضائل کی خبر قرآن و حدیث میں بیان تو کر دی ہے لیکن ان کا ظہور قیامت کو رونما ہو گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲۴۔ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (سورۃ کوثر) اے رسول ہم نے آپؐ کو کوثر عطا کیا۔ کوثر فوعل کے وزن پر ہے اور یہ وزن مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ لفظ کثرت خود زیادتی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ لیکن جب اسے مبالغہ کے وزن پر استعمال کیا جائے۔ تو اس کے معنی زیادتی پر اور زیادتی کے ٹھہرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں۔ جو اللہ نے خصوصیت سے حضورؐ

کو عطا فرمائی۔ اور جنت والی نہر بھی اسی خیر کثیر سے ہے (بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ کوثر) کوثر جب بڑی کثرت اور خیر کثیر کے معنوں میں استعمال کیا گیا۔ تو مفسرین کے نزدیک اس میں بڑی وسعت ہے۔ پس باعتبار عموم کے بہت چیزوں کو شامل ہے۔ کوثر سے مراد اسلام بھی ہے۔ کوثر سے وہ فضائل کثیرہ اور محامد جمیلہ بھی مراد ہیں۔ جو فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک میں داخل ہیں۔ کوثر سے مراد رسولؐ بھی ہیں۔ یہ معنی صاحب صحاح اللغات نے لکھے ہیں (رحمۃ للعالمین جلد ۳ خصوصیت نمبر ۱۲ صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۴) لیکن کوثر کے جو صحیح معنی حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ ان سب سے بہت زیادہ صحیح اور یقینی ہیں۔ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے۔ کہ ایک وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ تھے۔ یکایک آپؐ کو اونگھ آئی۔ پس ناگہاں آپؐ نے ہنستے ہوئے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابھی مجھ پر ایک سورت اتری ہے۔ پس آپؐ نے سورہ کوثر کو پڑھ کر سنایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول جانتے۔ فرمایا وہ ایک نہر ہے رب نے جس کا مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ بہت ہی بھلائیوں والی

Marfat.com

ہے۔ وہ ایک حوض ہے۔ جس پر قیامت کے دن میری اُمت وارد ہوگی۔ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر یعنی بے شمار ہیں۔ پس کچھ آدمیوں کو اس سے دھکیل دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یارب یہ میرے اُمتی ہیں۔ پس خدا فرمائے گا۔ آپؐ نہیں جانتے کہ آپؐ کے بعد۔ ان لوگوں نے دین میں نئی نئی بدعتوں کو نکالا (مسلم) اور امام احمد کی روایت میں فی الجنتہ کا لفظ بھی وارد ہے۔ (ابن کثیر تحت آیت مذکورہ) دنیا میں جن لوگوں نے صحابہ رضؓ اور ان کے شاگرد و تابعین اور ان کے شاگرد و تبع تابعین تین قرنوں کے بعد دین میں اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر نئے مسئلے ایجاد کئے اور ان پر عمل کرنا شریعت کی طرح ثواب سمجھا۔ اور ان کے انکار پر ملامت کرنا شروع کیا۔ وہ لوگ اہل بدعت ہیں، اہل سنت سے خارج بلکہ ملعون ہیں ایسے لوگوں کو قیامت کے دن جام کوثر سے محروم کرتے ہوئے رد کیا جائے گا۔ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ جنت میں داخل ہوا۔ پس اچانک میں نے ایک نہر کو دیکھا۔ جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔ پس میں نے اس پانی کی طرف جو اس میں جاری تھا، اپنے

Marfat.com

ہاتھ کو قریب کیا یعنی اس میں ڈال دیا۔ پس یکایک اس میں خالص کستوری تھی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ کہ یہ کیا چیز ہے۔ اس نے عرض کیا کہ وہ کوثر ہے۔ جو اللہ تے آپ پر عطیہ و انعام کیا (بخاری مسلم مسند احمد ابن کثیر تحت آیت مذکورہ) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کوثر وہ نہر ہے جو جنت میں ہے معراج کی حدیثوں میں بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اس میں داخل کر کے جبرئیل سے سوال کیا۔ اس نے اسی نہر کو کوثر بتلایا۔ اور وہی نہر قیامت کے دن بصورت حوض ہوگی۔ جس پر فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اس سے پانی پینے کے لئے وارد ہوگی۔ علاوہ ازیں ابن کثیر میں اور بھی اکثر اس مضمون کی احادیث ہیں۔ کہ جن میں جنت والی نہر کا نام کوثر ہے۔ حتیٰ کہ کثرت طرق کی وجہ سے اس کو تواتر تک پہنچایا گیا ہے۔ جس سے قطعی علم کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حوض کوثر کی احادیث بھی اکثر ائمہ کے نزدیک متواتر ہیں (ابن کثیر تحت آیت مذکورہ) تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ جن حدیثوں میں یہ مذکور ہے۔ کہ وہ نہر جنت میں ہے۔ اسی طرح جن حدیثوں میں اس کا قیامت کے دن آنا مندرج ہے۔ وہ بھی متواتر ہیں۔ مشکوٰۃ کے باب الحوض میں حوض کی تعریف میں اکثر احادیث مندرج ہیں جن

Marfat.com

کا خلاصہ یہ ہے۔ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔ میرا حوض ایلہ اور عدان کے علاقہ میں جتنا فاصلہ ہے۔ اس سے بھی بہت فراخ ہے۔ اس کا پانی برف اور دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اور اس کی خوشبو کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور طیب ہے۔ اور اس کے برتن آبخورے جن سے اُمت کو پانی پلایا جائے گا وہ کثرت میں آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہیں جو شخص اس سے ایک مرتبہ پیئے گا، وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اپنی امّت کو پانی پلانے کے لئے ہر نبی کو حوض ملے گا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت سمرہ رضؓ کا بیان ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بے شک ہر ایک نبی کو الگ الگ حوض ملنے والا ہے (ترمذی مشکوٰۃ باب فی الحوض والشفاعۃ) لیکن سابقہ انبیاء کے حوض نہ تو کوثر ہیں اور نہ ہی مذکورہ بالا اوصاف سے موصوف ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حوض اوصاف عالیہ سے موصوف ہونے کی وجہ سے سب کے حوض سے شاندار اور اعلیٰ مرتبہ کا ہے۔ اعلیٰ مرتبہ کی چیز بلند پایہ اشرف و اکرم ہی کو دی جاتی ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں فافہم

Marfat.com

مقام محمود کا بیان

حوض کوثر اور شفاعت کو مقام محمود جمع کرنے والا ہے لہٰذا یہاں اس کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

آیت نمبر ۲۵۔ عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (سورۃ بنی اسرائیل) اللہ تعالیٰ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خصوصیت مشرفہ سے مخاطب کرتا ہوا ارشاد فرماتا ہے۔ کہ آپ کا رب آپ کو جلدی مقام محمود میں بھیجے گا۔ یہ ایک بشارت ہے۔ جو آئندہ زمانہ میں واقع ہوگی۔ مقاماً جو یبعث کا ظرف واقع ہوا ہے۔ یہ نکرہ ہونے کی وجہ سے غیر معین ہے۔ لیکن محمود صفت سے نکرہ مخصوصہ ہو گیا۔ جس سے ایک خاص مقام سمجھا جاتا ہے۔ مفسرین کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقام ہے۔ جس میں قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کے لئے شفاعت کریں گے (جامع البیان ابن کثیر تحت آیت مذکورہ) مفسرین کے اس قول کی احادیث تصدیق کرتی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اذان سن کر جو شخص یہ کہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ

Marfat.com

التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ یعنی اے اللہ! دعا پوری اور نماز قائم ہونے والی کے مالک ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور آپؐ کو مقام محمودؐ میں جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بھیج اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی (بخاری، مشکوٰۃ باب فضل الاذان) اس حدیث سے تین امور کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ اوّل یہ کہ مقام محمود اور وسیلہ دو الگ الگ مقام ہیں۔ دوم یہ کہ یہ عظیم الشان مقام سید الکونین افضل الخلائق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو عطا کئے جائیں گے۔ سوم یہ کہ مقام محمود کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ آیت مذکورہ بالا کی طرف اشارہ ہے۔ اور شفاعت کا قرینہ ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ جگہ قیامت میں آپؐ کو شفاعت کے لئے ملے گی۔ وسیلہ کا مقام محمود سے الگ ہونا مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے وسیلہ جنت کی ایک ایسی منزل کا نام ہے۔ جو خاص کر ایک ہی بندے کو ملے گی اور وہ یقیناً سید البشر افضل الخلائق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو۔ تو جیسے کلمے مؤذن کہتا ہے۔ تم بھی ویسا ہی کہا کرو۔ پھر مجھ پر درود بھیجا کرو۔ بے شک جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے

Marfat.com

خدا اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرو۔ وہ جنت میں ایک منزل ہے۔ وہ اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لئے ہی مقرر ہے۔ اور مجھے یقینی امید ہے۔ کہ اس منزل کا مالک میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرے گا۔ اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے گی (مسلم مشکوٰۃ باب فضل الاذان) حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگ دہشت اور خوف کی وجہ سے زانو کے بل گریں گے۔ ہر ایک اُمت اپنے اپنے نبی کی پیروی کرے گی۔ کہیں گے اے فلاں اے فلاں ہمارے لئے سفارش کر، حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سفارش پہنچ جائے گی پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں پہنچائے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورت بنی اسرائیل) یہ حدیث صاف طور پر ثابت کرتی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کے لئے مقام محمود عطا کیا جائے گا۔ محدثین کا اصول ہے۔ کہ صحابی کی ایسی خبر جس میں اجتہاد کی مجال نہ ہو۔ اور اسرائیلیات سے بھی اخذ نہ کرے۔ وہ حدیث حکماً مرفوع ہوتی ہے۔ تفصیل تیرا اجمال کی یہ ہے۔ کہ ایسی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر صحابی بیان کرتا ہے۔ پس یہ حدیث بموجب اس کے نبی کی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضؓ کا بیان ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن بیشک میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا۔ اے حضور! مقام محمود کیا چیز ہے! آپؐ نے فرمایا۔ جس وقت تمہیں پاؤں اور بدنوں سے ننگے اور بے ختنہ کی حالت میں لایا جائے گا۔ تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم کرے گا کہ میرے خلیل کو لباس پہناؤ۔ پس ان کے لئے دو سفید کپڑے لائے جائیں گے، وہ ان دونوں کو پہن لیں گے۔ پھر وہ عرش کے سامنے بیٹھ جائیں گے۔ پھر مجھ کو لایا جائے گا، اور مجھے بھی لباس پہنایا جائے گا، اور میں بھی دونوں کپڑوں کو پہنوں گا۔ پس میں عرش کی داہنی طرف ایک مقام میں کھڑا ہوں گا میرے سوا اس جگہ اور کوئی کھڑا نہیں ہو سکے گا پس پہلے اور پچھلے لوگ مجھ پر رشک کریں گے۔ پھر میرے امتیوں کے لئے حوض کوثر کھولا جائے گا، یعنی اس کے پلانے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر شفاعت کی اجازت ملے گی (مسند امام احمد و مسند ابو داؤد طیالسی تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقام محمود عرش کے داھنی طرف ہے۔ وہ عالی شان جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

Marfat.com

خاص ہے۔ آپؐ کے اس مرتبہ کو دیکھ کر سب لوگ رشک کریں گے۔ اس لئے کہ اس مرتبہ عالیہ میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں ہو سکے گا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ مقام محمود میں جب آپؐ کو پہنچایا جائے گا۔ تو شفاعت سے پہلے آپؐ کو حوضِ کوثر پلانے کی اجازت دی جائے گی۔ تاکہ مومنوں کو گرمی کی شدّت کی وجہ سے جو پسینہ جاری ہوًا۔ اس کی پیاس کو بجھا کر پھر شفاعت کی اجازت ہوگی۔ جس سے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا مقام محمود کے معنی تعریف کی ہوئی جگہ کے ہیں۔ یہ اس افضل نبیؐ کو موزوں ہے۔ جس کا اسم مبارک اس نام کے مطابق ہو۔ یعنی محمدؐ تعریف کیا ہوًا، اور احمد تعریف کرنے والا، محمد اس لئے کہ سابقہ انبیاءؑ کی کتب میں بھی آپؐ کے بشارات و محامد جمیلہ مذکور تھے۔ اور قیامت کے دن ان کا مرتبہ دیکھ کر لوگ بھی شوق سے آپؐ کی تعریف کریں گے۔ احمد اس لیے کہ آپؐ مقام محمود میں بوقت شفاعت سب سے زیادہ اللہ کی تعریف کریں گے۔ یہ مقام محمود اسی ذات مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو موزوں ہے۔ کہ قیامت کے

دن جس کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔ آدم علیہ السلام اور اس کے ماسوائے سب اس کے پیچھے ہوں گے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی ہی عالی شان مناسبت اور بڑا درجہ ہے۔ جو خصوصیت سے آپؐ ہی کو عطا کیا گیا ہے۔ اسم مبارک محمد و احمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور شفاعت کے لئے مقام محمود، زبان پر خدا کی حمد جاری، ہاتھ میں جھنڈا حمد کا یہ ایسی فضیلت مکرمہ و مشرفہ ہے۔ جو ہر اُمتی کے لئے خوشنودی و مسرت قلبی و فخر کا مقام ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت مذکورہ میں جو مقام محمود ہے۔ اس کا یہ بیان کیا۔ کہ وہ ایسا مقام ہے۔ کہ جس میں مَیں اپنی اُمت کے لئے شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد، تفسیر ابن کثیر) اس حدیث میں اس امر کی تصریح ہے۔ کہ جس جگہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے۔ وہی مقام محمود ہے ۞

شفاعت کبرای کا بیان!

مقام محمود میں جو شفاعت کبرای ہوگی۔ اب اس کی کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۶۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (سورۃ ضحیٰ) اللہ تعالیٰ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ کہ آپؐ کا رب آپؐ کو وہ چیز عطا کرے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے۔ آیت میں ان عطایا کا جن کا وعدہ دیا گیا ہے، ذکر نہیں۔ اس لئے بقول مفسرین اکثر عطیات کو آیت اپنی جامعیت کے لحاظ سے شامل ہے۔ ان میں سے بعض عطیات جن کی خوشخبری دی گئی تھی۔ آیت کے نزول کے بعد آپؐ کو دیئے گئے۔ اور بعض قیامت کو دے کر آپؐ کی فضیلت کا اظہار کیا جائے گا۔ ان میں اوّلؔ قبلہ کی تبدیلی ہے، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ دوئمؔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اتنی کثیر امت دی کہ آپؐ راضی ہو گئے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے اس امر کا

ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان ہے، کہ ایک رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بہت سی باتیں کیں۔ پھر ہم فجر کے وقت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ آج رات انبیاء علیہم السلام کو میرے سامنے پیش کیا گیا۔ پس ایک نبی میرے پاس سے گزرا ان کے ساتھ صرف تین آدمی تھے۔ پھر ایک نبی گزرا جس کے ساتھ کچھ جماعت تھی۔ پھر ایک اور نبی گزرا جس کے ساتھ گروہ تھا۔ ایک نبی ایسا بھی گزرا۔ جس کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا۔ یعنی دنیا میں اس پر کوئی ایمان نہ لایا۔ حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کا گزر ہوا۔ اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کی جماعت تھی۔ جن کی کثرت کی وجہ سے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ جواب میں کہا گیا کہ یہ آپؐ کا بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کی جماعت ہے میں نے کہا۔ میری امت کہاں ہے؟ جواب میں کہا گیا۔ کہ آپؐ اپنی داہنی طرف نظر کیجئے گا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑی جماعت تھی۔ جس نے اپنی کثرت کی وجہ سے تمام آدمیوں کے چہروں کو ڈھانک لیا تھا۔ مجھ سے کہا گیا۔ کہ

Marfat.com

کیا آپؐ راضی ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا اے رب میں راضی ہو چکا ہوں۔ پھر ارشاد ہوا۔ کہ اس جماعت کیساتھ ستر ہزار ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رض کو ارشاد فرمایا۔ تم پر میرا ماں باپ قربان ہو۔ اگر تم سب ان ستر ہزار میں شامل ہونے کی طاقت رکھو۔ تو ان جیسا عمل کرو۔ اگر تم ان سے عمل میں کم رہ جاؤ تو تم ان سے نیچے کی جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ اگر تم عمل میں ان سے بھی کم ہو جاؤ۔ تو سب سے بڑی جماعت عام جو کناروں تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں شامل ہو جاؤ۔ پھر میں نے اس جگہ آدمیوں کو دیکھا۔ جو کثرت کی وجہ سے جوش مارتے تھے۔ عکاشہ بن محصن کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ کہ مجھے ان ستر ہزار میں شامل کرے آپؐ نے اس کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد ایک اور مرد کھڑا ہوا اور گذارش کرنے لگا۔ کہ حضورؐ میرے لئے بھی اللہ سے دعا کریں۔ کہ مجھے بھی انہیں میں سے کرے۔ آپؐ نے فرمایا عکاشہ تجھ سے پہلے دعا کرا چکا حضرت ابن مسعود رض کہتے ہیں۔ ہم آپس میں بات چیت

Marfat.com

کرنے لگے۔ وہ ستر ہزار آدمی جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ وہی لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا حتیٰ کہ ان کو اسی پر موت آگئی۔ پس جب ہماری باتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچیں تو فرمایا۔ کہ ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو شرکیہ دم اور منتر نہیں کراتے، اور بیماری کے وقت اپنے آپ کو آگ سے داغ نہیں لگواتے اور سفر کے وقت جاہلیت کی طرح شگن مناتے ہوئے اپنی داہنی طرف سے جانور نہیں اڑاتے اور اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ بھی ذکر آیا ہے۔ کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ آپؐ راضی ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر آپؐ کو حکم ہوا کہ اپنی بائیں طرف نظر کریں۔ پس میں نے نظر کی تو یکایک ایک اتنی بڑی جماعت جو کناروں پر پھیلی ہوئی تھی دیکھی۔ اس نے کثرت کی وجہ سے آدمیوں کے چہروں کو ڈھانک رکھا تھا۔ پس خدا کا ارشاد ہوا۔ کہ آپؐ راضی ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ کہ ہاں راضی ہو چکا ہوں۔ اس حدیث کا اسناد صحیح ہے (مسند احمد تفسیر ابن کثیر تحت آیت کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ سورہ آل عمران)

Marfat.com

آیت مذکورہ کے ماتحت اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔
اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ یہ منظر آپؐ کو خواب میں دکھایا گیا۔ دوم یہ کہ بشارت مبارکہ جس میں آپؐ کو تمام انبیاء مع اپنی امتوں کے دکھائے گئے۔ آپؐ کی امت سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ تھی جو باعتبار درجات کے تین گروہوں پر منقسم تھی۔ پہلا گروہ ستر ہزار جو بلا حساب جنت میں جاویں گے اور وہ متوکلین ہیں۔ دوسرا گروہ اہل ظراب، تیسرا گروہ اہل الافق یہ دونوں گروہ اتنے لاتعداد اور بے شمار تھے۔ جن کی کثرت سے تمام انبیاء کی امتوں کے چہرے چھپ گئے۔ سوم یہ کہ خدا تعالیٰ باوجود علم رکھنے کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی رضاء کا استفسار کرتا ہے۔ اور ہر دفعہ جواب دیتے ہیں۔ کہ میں راضی ہو چکا ہوں۔
مخفی نہ رہے کہ تمام انبیاء کے سردار اور افضل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بھی تمام انبیاء کی امتوں میں سے افضل ہونی چاہئے۔ پس آیت کنتم خیر امۃ یعنی تم سب امتوں سے بہتر ہو۔ اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس حدیث میں مع دیگر احادیث کے آفتاب تاباں کی طرح روشن ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کی امت تمام انبیاءؑ کی

اُمتوں میں سے افضل و اکرم ہے ۔ چہارم آپ کو اُمت نہ دکھا کر راضی کرنا یہی آیت کے ساتھ اس کی مناسبت ہے ۔ اور قیامت کے دن آپ اسی اُمت کی سفارش کریں گے ۔ (عطیہ سوم) جامع البیان تحت آیت مذکورہ کے ہے کہ یہ آیت شفاعت کے حق میں ہے قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی سفارش کریں گے اور اس کو شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے ۔ حضرت محمد بن علی بن حسین رض کا ارشاد ہے کہ آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ گنہگاروں کو بخشش کی بشارت دیتے ہیں اور اس کی بڑی امید دلانے میں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے ۔ اس سے بھی زیادہ ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کبریٰ کا عطیہ ملے گا جس سے بہت گنہگار جہنم سے نجات پائیں گے ۔ پھر آپ نے اپنے چچا محمد بن علی بن حنفیہ سے انہوں نے حضرت علی رض سے حدیث سنائی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا ۔ حتیٰ کہ مجھے خدا پکارے گا ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ راضی ہو چکے ہیں ۔ پس میں عرض کروں گا ۔ اے خدا میں راضی ہو چکا ہوں (کتاب التوحید ابن خزیمہ باب ذکر ارضاء اللہ نبیہ) تمام عطیوں نے

بڑھ کر شفاعت کبریٰ کا عطیہ ہے۔ جس کو حاصل کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رضا کا اقرار کریں گے۔ دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گنہگار امت کا اس قدر غم اور فکر رہتا کہ ان کی ہمدردی و غمخواری میں کبھی کبھی آپؐ کے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپؐ کو اس عطیہ کا وعدہ دے کر بشارت دے دی۔ کہ ہم آپؐ کو راضی کریں گے۔ جیسا کہ ذیل کی حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ جس میں حضرت ابراہیمؑ کی خدا کے دربار میں بتوں کے بارے میں شکایت ہے۔ اے خدا ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا ارشاد اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب کرے گا۔ تو تیرے ہی بندے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر زاری کرتے ہوئے دعا کی۔ اے اللہ! میری اُمت! اے اللہ! میری امت!! اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ حالانکہ تیرا رب جانتا ہے۔ پس آپؐ سے دریافت کیجئے کہ آپؐ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ پس جبریلؑ آئے اور آپؐ سے سوال کیا آپؐ

نے اس کو اُمت کے غم کی خبر دی ۔ اللہ تعالیٰ نے پھر جبرئیل ؑ سے ارشاد فرمایا ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیے اور آپؐ کو کہہ دیجئے ۔ کہ خدا فرماتا ہے ۔ ہم آپؐ کو اُمّت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے ۔ آپؐ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی ۔ (مسلم مشکوٰۃ باب الحوض و الشفاعۃ) دنیا میں جو آپؐ کو راضی کرنے کا وعدہ دیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپؐ کو شفاعتِ کبریٰ عطا کر کے آپؐ کے غم کو جو اُمّت کی خیر خواہی اور ہمدردی کی وجہ سے تھا دور کرتا ہوا آپؐ کی اُمّت کو جنّت میں پہنچائے گا ۔ مسند احمد اور بخاری مسلم میں حضرت انسؓ اور ابوہریرہ رضؓ کی دو طویل حدیثیں ہیں ۔ ہم بنظر اختصار مضمون مع بعض مقامات کی تشریح کے ان کا خلاصہ درج کرتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا ۔ اور اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے مومنوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا ۔ اور سورج زمین کے قریب ہو گا ۔ پس انسانوں کو غم اور تکلیف اس قدر پہنچے گی ۔ کہ وہ اس کی برداشت کی قوّت نہ رکھیں گے ۔ حضرت انس رضؓ کی دوسری روایت جو مسند احمد میں ہے ۔ اس میں ہے ۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ سورج کی گرمی کی شدت

کی وجہ سے آدمیوں کو اتنا پسینہ چلے گا۔ کہ ان کے منہ تک پہنچ جائے گا، اتنی گرمی اور پسینہ کے باوجود مومنوں کو صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی کہ دنیا میں زکام کی حالت ہے۔ لیکن کفار کو ہر طرف سے گرمی اور سورج کی تپش ڈھانک لے گی۔ گویا کہ وہ مرنے کے قریب ہیں۔ پس مومنوں کو خدا تعالیٰ الہام کرے گا پس وہ مشورہ کریں گے کیوں نہ ہم کوئی شخص خدا کے ہاں سفارش کے لئے لے جائیں تاکہ خدا ہمیں اس جگہ کی تکلیف سے بچائے پس وہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے سفارش کی درخواست کریں گے۔ حضرت آدمؑ فرمائیں گے۔ بے شک میرا رب آج ایسا غضبناک ہوا۔ کہ اس سے پہلے اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا اور اس کے بعد بھی ایسا غضبناک نہ ہوگا۔ پھر جنت سے پھل کھانے کی غلطی کو جو ان سے سہواً ہوئی یاد کرتے ہوئے سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ پھر حضرت ابراہیمؑ اسی طرح حضرت موسیٰؑ ان کے بعد حضرت عیسیٰؑ خدا کے غضب سے ڈرتے ہوئے اور ان غلطیوں کی وجہ سے جو دنیا میں ان سے سہواً یا اجتہاداً وقوع پذیر ہوئی تھیں یاد کرکے سفارش کرنے سے انکار

Marfat.com

کر دیں گے۔ آخرکار پھر سب لوگ محمد صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کریں گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم خدا کے گھر میں جو عرش کے نیچے ہے۔ جس کا نام مقام محمود ہے۔ تشریف لاکر خدا کو دیکھتے ہوئے سجدہ میں گر پڑیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپؐ پر اپنی محامد اور حسن ثناءُ کا الہام کرتا ہوا ایسا دروازہ کھولے گا۔ کہ اس سے قبل کسی پر نہیں کھولا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دے گا۔ اور آپؐ سے کہا جائے گا۔ سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائے گی۔ پس فخر عالم صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم امتی امتی کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور حکم ہوگا آپؐ کی امت میں سے ایسے آدمی جن کا حساب نہیں ہوگا ان کو جنت کے داہنے دروازے سے داخل کیجئے۔ آپؐ اسی وقت یعنی مقام محمود میں تین دفعہ پہلی بار کی طرح امت کی شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی ایمان ہوگا۔ وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ مگر وہ یعنی مشرک، منافق جن کے لئے قرآنی حکم کے بموجب ہمیشہ دوزخ میں رہنا مقرر ہو چکا ہے۔ وہ اسی میں رہیں گے۔ احادیث مذکورہ کا حوالہ تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ، علاوہ ازیں صحاح ستہ اور مسند امام احمد، کتاب التوحید ابن

Marfat.com

خزیمہ، مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعت، تفسیر ابن کثیر تحت آیت مقاماً محموداً، اکثر احادیث شفاعت عظمیٰ کے متعلق مذکور ہیں۔ جن کو ملانے سے شفاعت کا مسئلہ تواتر تک پہنچ جاتا ہے جو قطعی علم کا فائدہ دیتا ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم، باب اثبات الشفاعت میں ان احادیث کو متواتر لکھا ہے اہل سنت والجماعت کا مذہب بھی یہی ہے۔ کہ شفاعت عظمیٰ برحق ہے، اور اس کا انکار کفر ہے۔ مندرجہ بالا احادیث سے مندرجہ ذیل امور کا ثبوت ملتا ہے۔

اوّل شفاعت، امّت کے لئے خدا سے بخشش کی دعا کر کے ان کو سختی اور عذاب سے نجات دلا کر جنت میں پہنچانے کا نام ہے۔

دوم شفاعت عظمیٰ صرف فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کا حصہ ہے۔ آپؐ سے پہلے کسی شخص کو شفاعت کی جرأت نہیں ہو سکے گی۔

سوم مقام محمود میں جاکر سجدہ میں گرنا اور خدا تعالیٰ کو دیکھنا اور خدا کی بے نظیر محامد عالیہ اور حسن ثنا سے اس کے غضب کو فرو کرنے اور اس کی رحمت کو غالب کرانے، تمام امت کو جنت میں داخل کرانے، بلکہ ان لوگوں کو جو گناہوں کے سبب دوزخ میں ڈالے گئے تھے۔ جنت میں پہنچانے کی

Marfat.com

یہ خصوصیات معظمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہی ہیں۔ جن میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں۔ حاکم کی غضبناکی کی حالت میں اس کے اقرباء میں سے اس کے ساتھ کلام کرنے کی وہی جرأت کر سکتا ہے۔ جو اس کے ہاں سب سے زیادہ محبوب و حبیب ہو۔ اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اس شفاعت سے آپؐ کا سب سے افضل اور تمام آدمیوں کا سردار ہونا منکشف ہو جائے گا۔ ورنہ تمام آدمیوں کے سرتاج تو آپؐ دنیا میں بھی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ (رواہ ابوداؤد و کتاب السنۃ) میں آدمؑ کی اولاد کا سردار ہوں اس حدیث میں آپؐ کا تمام انسانوں کا سرتاج ہونا علی الاطلاق مذکور ہے۔ جو آخرت اور دنیا دونوں کو شامل ہے۔ دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا۔ آپؐ کے سید المرسلین اور امام اعظم ہونے کا بین ثبوت ہے۔ جب آپؐ رسولوں کے سردار ہو گئے تو دوسرے آدمی جو ان سے ادنیٰ ہیں۔ ان سے آپؐ کا سرفراز ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ اگر کوئی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر یہ شبہ کرے۔ کہ آپؐ کو حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد پر تو بے شک سرداری ہے نہ حضرت آدم پر، تو اس کا ازالہ یوں ہے کہ حدیث کے ترجمہ میں گزر چکا ہے۔ کہ قیامت کے دن آپؐ سب لوگوں کے

سردار ہوں گے۔ جن میں حضرت آدمؑ بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپؐ کو محامد کاملہ اور حسن ثنا، جو بوقت شفاعت کریں گے۔ اس کے سبب خدا کی طرف سے ایک حمد کا جھنڈا عطا کیا جائیگا حضرت آدمؑ اور سب انسان اس کے نیچے ہوں گے اور یہ امر ظاہر ہے کہ سپہ سالار کے ہاتھ میں ہی جھنڈا ہوتا ہے اور جتنے اس کے ماتحت ہوں۔ سب اس کے تابع اور مطیع ہوتے ہیں۔ حضرت ابوسعید رضؓ خدری کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں حضرت آدمؑ کی ساری اولاد کا سردار ہونگا۔ اس میں کوئی فخر نہیں اور حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور کوئی فخر نہیں۔ اس دن تمام پیغمبر حضرت آدمؑ اور اس کے ماسوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جس سے زمین پھٹے گی۔ یعنی میں قبر سے زندہ کیا جاؤں گا اور کوئی فخر نہیں (حدیث حسن (جامع ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ بنی اسرائیل) آپؐ کے جھنڈے کے نیچے انبیاء ہی رہوں گے، غیر نبی کو کوئی جگہ نہیں ملے گی۔ یہ حدیث بھی آپؐ کے سید المرسلین ہونے کی شاہد ہے۔ یہ جھنڈا حقیقی طور پر ہوگا نہ کہ مجازی، فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت تھی۔ کہ آپؐ جب خدا کے عطا کئے ہوئے فضل کو بیان کرتے تو وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۃ والضحیٰ) یعنی اپنے

Marfat.com

رب کی نعمت بیان کر) کے بموجب خداتعالیٰ کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے اُمّت کو اپنے فضائل کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

امر چہارم، امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سفارش پہلی بار کریں گے۔ وہ خلقت کے پلصراط سے گزرنے سے پیشتر ہوگی۔ اور اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت حذیفہ رضؓ والی باسناد حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا پس جب جنت قریب کی جائے گی تو مومن کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ حدیث مسلم کی جلد اوّل باب اثبات الشفاعت میں بھی ہے۔ چونکہ مومن پلصراط سے حسب اعمال گزر جائیں گے اور پلصراط دوزخ پر گاڑا ہوا ہوگا۔ کافر اور منافق بلکہ بعض گنہگار اور کبیرہ گناہ کے مرتکب مومنین بھی اپنے گناہ کے سبب دوزخ میں گریں گے۔ اور باقی شفاعتیں جن کا ذکر حدیث میں مذکور ہو چکا ہے۔ لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنے کے لئے ہوں گی۔ نیز پہلی دفعہ کی شفاعت اس میدان کی شدت سے بچانے اور خلقت کے درمیان حساب کر کے ان کا فیصلہ کرنے کے لئے ہوگی۔ جیسا کہ عنقریب آتا ہے اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمّت کے لئے شفاعت کریں گے۔ مگر پہلے انبیاء کو مع ان کی اُمت کے اس سے

Marfat.com

بڑا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ آپؐ کے بعد ان کے لئے بھی شفاعت کا دروازہ کھل جائے گا اور وہ اپنی اپنی اُمتوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ اس لئے تمام انبیاء آپؐ کی شفاعت کے محتاج ہیں۔ جیساکہ حدیث میں اس کی وضاحت آتی ہے حضرت انس رضؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ میں قیامت کے دن کھڑا ہو کر پلصراط پر سے گزرنے کے لئے اپنی اُمت کی انتظاری کروں گا۔ یکایک حضرت عیسیٰؑ میرے پاس آکر کہیں گے۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب نبی آپؐ کے پاس آ رہے ہیں۔ اس لئے کہ آپؐ سے سوال کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام امتوں کے درمیان فرق کر دے یعنی ان کو الگ الگ گروہ بنا دے۔ پھر اللہ جہاں چاہے ان کو پہنچا دے ان کے لئے وہ جگہ بہت اچھی ہے۔ جہاں ان کو ٹھہرایا جائے گا۔ (مسند احمد تفسیر ابن کثیر تحت آیت مقاماً محموداً) اس حدیث میں بھی پلصراط پر سے گزرنے سے پیشتر کی شفاعت کا ذکر ہے۔ اور تمام انبیاء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو کر خدا سے آپؐ کی شفاعت سے پہلے وہ شفاعت کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ ہاں بعد کو وہ بلکہ مومنین، علماء، شہداء، اور ملائکہ سب حسب

Marfat.com

مراتب شفاعت کریں گے ۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے ۔ پہلے انبیاء ان کے بعد علماء پھر شہداء (ابن ماجہ مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعت) شفاعت کے مسئلہ میں فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو فضائل و تشریفات اور تکریمات ثابت ہوتے ہیں ۔ ان کے بیان کی حاجت نہیں ۔

پنجم، خدا تعالیٰ شفاعت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام امت بخش کر اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو راضی کریں گے اور آپ سے اس کا اقرار بھی کرایا جائے گا ۔ جیسا کہ حضرت علی رضی کی حدیث میں گزر چکا ۔ سبحان اللہ! یہ مقام کیسا عظیم الشان و بلند مرتبہ ہے ۔ جو تمام انبیاء پہ آپ کو فائق کرتا ہے ۔

ششم، فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر انبیاء و مومنین کی شفاعت قیامت کے دن صرف اہل اسلام مومنین موحدین کیلئے ہی ہوگی ۔ اگرچہ وہ کبیرہ کے مرتکب اور ادنیٰ ایمان والے ہوں بخلاف جمیع کفار و مشرکین کے کہ وہ اس سے ہرگز نفع نہ اٹھا سکیں گے ۔ بحکم لَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ (سورۃ مدثر) کفار کو شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت سے نفع نہ ہوگا ۔ علاوہ ازیں قرآن میں اور بھی بہت سی آیات ہیں ۔ جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین اور منافقین

Marfat.com

کے لیے استغفار و دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ہفتم، قرآن کریم دو قسم کی شفاعت کا ذکر کرتا ہے۔ ایک یہ کہ خداتعالیٰ شافعین کو اجازت دیگا۔ کہ وہ فلاں شخص یا فلاں گروہ کے حق میں شفاعت کریں جیسا کہ شفاعت کی احادیث میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ شفاعت ماذونہ کا ارشاد فرماتا ہے وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (سورۂ انبیاء) یعنی شافعین کسی قسم کی سفارش نہیں کر سکیں گے۔ مگر جس کے لئے اللہ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے ہوں گے۔ دوسری شفاعت وہ ہے۔ جس کو کفار مکہ نے اختراع کر رکھا تھا۔ وہ اپنے معبودوں، بزرگوں، فرشتوں، انبیاء وغیرہ کی اس لئے پرستش کرتے تھے۔ کہ یہ خدا تو نہیں ہیں۔ لیکن خدا سے سفارش کر کے ہمیں اس کا مقرب بنا دیتے ہیں۔ ہماری دعا سن کر خدا سے سفارش کر کے حاجتیں پوری کرا دیتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ حال میں پیرپرست اور قبرپرست لوگوں کا خیال ہے۔ ایسی شفاعت مخترعہ (یعنی گھڑی ہوئی) جو درحقیقت شرک و کفر ہے۔ قرآن جابجا اس کا بطلان کرتا ہے فافہم ؛

جس قدر قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر میں احادیث گزر چکی ہیں ؛ تو ناظرین دیکھ چکے۔ اب ان کے ماسوا خصوصیات حاشیہ کو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ؛

Marfat.com

احادیث نبویہ سے فضائل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ خصوصیات معظمہ بھی تین قسم پر مشتمل ہیں۔ اول وہ خصوصیات جن سے آپ کے کمالات و محاسن عالیہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے پیشتر کے ثابت ہوتے ہیں دوم وہ خصوصیات مشترکہ جن سے آپ کی شاندار محامد جمیلہ کا دنیا میں ظہور ہوا۔ سوم وہ عظیم الشان بہت سی نعوت جو آپ کے ارفع الدرجات اور جامع کمالات ہونے کو قیامت کے دن آفتاب تاباں کی طرح اظہر و روشن کریں گے۔

خصوصیات معظمہ قسم اول۔ حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں صحابہ رض نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لئے کس وقت نبوت واجب و مقرر ہوئی تھی؟ فرمایا اس وقت جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کے جسم میں ابھی روح داخل نہیں ہوئی تھی (یہ حدیث حسن غریب صحیح ترمذی ابواب المناقب مشکوٰۃ باب فضائل نبیتنا) اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد نے بھی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے

Marfat.com

مستدرک میں اس کو صحیح کہا ہے (تحفۃ الاحوذی کتاب المناقب جلد ۴) آدم علیہ السلام کے جسم میں روح داخل ہونے سے پیشتر خدا تعالیٰ کے علم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نبوّت کا ثابت ہونا عظیم الشان فضیلت و خصوصیّت کو ظاہر کرتا ہے۔ تاریخی طور پر تو پہلے حضرت آدمؑ کے لئے نبوّت ثابت ہونی چاہئے تھی۔ اور ان کے بعد اس نبی کے لئے جو ان سے بعد ہوا۔ پھر اسی طرح حسب زمانہ تمام انبیاء کے بعد فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی۔ لیکن آپؐ کی پیدائش سے پہلے بلکہ حضرت آدمؑ اور تمام انسانوں کی پیدائش سے قبل آپؐ کے لئے خدا کے علم میں ایسی نبوت عامہ کا ثبوت ہونا جس کے بعد قیامت تک کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں کمال درجہ کی فضیلت ہے۔ اس لئے آپؐ اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھے ہوئے تھے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان سناتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ (شرح سنت، مسند امام احمد مشکوٰۃ باب فضائل نبینا) بے شک میں اللہ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنیوالا لکھا ہوا تھا۔ حالانکہ حضرت آدمؑ اس وقت اپنی مٹی میں ہی زمین پر ڈالے گئے تھے۔ یعنی ان کی پیدائش سے پہلے

تمام مخلوق میں جس قدر نبوّت کا مرتبہ عظمت ہے ایسا کسی کو درجہ نہیں ملا۔ شروع بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا اور ختم بھی آپ پر ہی کیا گیا۔ ان دونوں عظیم الشان فضائل کو حاصل کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام خلقت کے سرتاج ہوئے۔

اب ہم فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات متفرقہ کا ذکر کرتے ہیں جن کا ظہور دنیا میں ہوا۔ مشکوٰۃ کے باب فضائل نبینا میں بحوالہ صحیحین حضرت جابر سے روایت ہے۔ اور دوسری حدیث بحوالہ صحیح مسلم حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ان دونوں حدیثوں کا ترجمہ مع مختصر تشریح کے درج ذیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ والی حدیث میں فرمایا۔ کہ مجھے چھ چیزوں کے سبب پہلے انبیاءؑ پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس سے ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں باستثناء بعض خصوصیات کے جو آپ سے پہلے بعض انبیاءؑ میں پائے جاتے تھے۔ تمام انبیاءؑ کے محاسن و کمالات موجود تھے۔ پھر ان کے بعد یہ خصوصیات جن کا ان حدیثوں میں ذکر ہے۔ سب آپ کی فضیلت

کی ثبت ہیں، یہ مسلمہ امر ہے ۔ کہ جس ذات میں اپنے ہمجنسوں کے علاوہ بھی خصوصیات مشرفہ پائی جائیں ۔ وہ ان سے برتر و افضل ہوتا ہے ۔ جہاں خصوص پایا جائے ۔ وہاں عموم بھی پایا جاتا ہے ۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں خصوصیات معظمہ نبوت پایا گیا ۔ تو بالاولی تمام پیغمبروں کے کمالات و محاسن کا عموم بھی آپ میں شامل ہوا ۔ پس اسے عموم و خصوص کی مثل سمجھنا چاہئے ۔ پہلی چیز کہ میں اگر ایک ماہ کی مسافت پر بھی ہوں ۔ تو دشمنوں پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے ۔ اس کے نظائر کتب سیر و احادیث میں دیکھنے چاہئیں ۔ دوسری چیز ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنائی گئی ہے ۔ جہاں کوئی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے بعض مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں نماز پڑھنی حرام ہے حدیثوں میں اس کا ذکر ہے ۔ پاکیزہ کا مطلب یہ ہے ۔ کہ عام حالات میں وضو و غسل پانی سے کیا جاتا ہے ۔ لیکن اگر پانی نہ ملے ۔ تو انسان تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے ۔ تیسری چیز میرے لئے غنیمت کو حلال کیا گیا ہے ۔ جو پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھی ۔ بوقت جنگ جو مال دشمن پر فتح پانے کے بعد ہاتھ آئے ۔ اسے غنیمت کہتے ہیں ۔ ساری زمین کا مسجد بنایا جانا، پانی نہ ملنے یا کسی اور عذر پر تیمم سے

نماز ادا کرنا، غنیمت کا حلال ہونا، پہلے انبیاءؑ کی اُمتوں پر یہ احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان کو سخت مصیبت ومشقت تھی۔ کہ مسجد کے سوائے وہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اسی طرح بغیر پانی کے ان کو وضو اور طہارت حاصل نہ ہو سکتی تھی اور غنیمت کا مال بھی ان پر حرام تھا۔ بخلاف اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ اللہ تعالیٰ نے شفقت سے ان پر یہ سب چیزیں حلال کر دیں۔ یاد رہے کہ شرعی احکام میں سہولت ملنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ہے چوتھی چیز مجھے شفاعت کا منصب عطا کیا گیا۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں بھی اپنی اُمت کے لئے استغفار و دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی شفاعت کا ذکر قرآن و حدیث میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ (مومنوں کے لئے رسولؐ خدا سے بخشش طلب کریں) آیت سے ثابت ہوتا ہے (سورہ نساء) پانچویں چیز پہلے نبی اپنی قوم کے لئے ہی خاص آیا کرتے تھے۔ مگر میں تمام دنیا کے لئے نبی ہو کر آیا ہوں۔ ابوہریرہ رضؓ والی حدیث میں ساتھ ہی یہ بھی وارد ہے، کہ میری ذات کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ چھٹی حدیث ابوہریرہ رضؓ والی روایت میں آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے۔ کہ میں جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہوں

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام لفظوں میں نہایت مختصر ہو، اور اس کے معانی و مطالب بہت سے مفاہیم پر شامل ہوں، قرآن مجید میں جامعیت بے مثل اور اعجازی طور پر پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب برہان الحق میں کر دیا ہے اور بخیال مصنف رحمۃ اللعالمین اور ابن رجب مصنف شرح خمسین کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام قدسی نظام میں بھی جامعیت پائی جاتی ہے۔ ساتویں چیز ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے۔ کہ میں ایک وقت نیند میں مشغول تھا۔ اس حالت میں میں نے اپنے تئیں دیکھا۔ زمین کے خزائن کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں حضرت ثوبانؓ والی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ مجھ کو دو خزانے ایک سرخ اور ایک سفید عطا کئے گئے (مسلم، مشکوٰۃ باب فضائل نبینا) یہ سات خصوصیات تمام انبیاءؑ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و سرفرازی کی خبر دے رہی ہیں اب ہم کو اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ زمین کے خزانے خواب میں ملنے سے کیا مراد ہے۔ علماء شارحین کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء راشدین کے عہد میں جس قدر کفار پر فتوحات ہوئیں۔ اور ان کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس خواب سے یہی مراد ہے

تمام خزائن کی کنجیوں اور دو خزائن کی کنجیوں میں فرق ہے

Marfat.com

(نووی شرح صحیح مسلم کتاب الرویا) علماء کے اس قول کی تائید مندرجہ ذیل حدیثیں بہ زور طور سے کرتی ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دیتے ہوئے سنا۔ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسرای کا وہ خزانہ جو سفیدی میں ہے ضرور فتح کرے گی۔ (مسلم) حضرت ابوہریرہؓ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر بشارت دیتے ہیں۔ کہ قیصر و کسرای کے خزانے خدا کے راستے میں ضرور تقسیم کئے جائیں گے (بخاری مسلم مشکوٰۃ کے باب الملاحم میں) حضرت عدی بن حاتم بھی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت بیان کرتے ہیں۔ کہ کسرای کے خزانے ضرور فتح کئے جائیں گے۔ پھر یہ بھی بتلاتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے کسرای ابن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا۔ میں بھی ان میں موجود تھا (بخاری مشکوٰۃ باب فی علامات النبوت) قیصر و کسرای کے خزانے حضرت عمرؓ کی خلافت میں فتح ہوئے۔ آٹھویں چیز حضرت علیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ میرا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا گیا۔ نانویں چیز میری اُمت تمام اُمتوں سے بہتر بنائی گئی ہے۔ یہ دونوں خصوصیتیں حضرت علیؓ کی حدیث میں موجود ہیں۔ جس کو امام احمد نے باسناد حسن روایت کیا۔ (ابن کثیر تحت آیت کنتم خیر امۃ)

ان نو خصوصیات کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور

خصوصیات بھی ہیں ۔ جن کو فتح الباری شرح بخاری کے باب تیمم اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار کے باب تیمم سے بحوالہ نقل کیا جاتا ہے ۔ دسویں خصوصیت حضرت حذیفہ کا بیان ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح مقرر کی گئی ہیں ۔ حضرت جابر بن سمرہ رضہ لکھتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح خدا کے نزدیک فرشتے صفیں باندھتے ہیں ۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے نزدیک کس طرح صفیں باندھتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ فرشتے پہلی صفوں کو پورا کر لیتے ہیں اور برابر سیدھی صفیں باندھتے ہیں زجاجۃ المصابیح باب تسویۃ الصفوف) پہلی صفوں کو پورا کرنا اور سیدھی برابر رکھنا اور باہم مل کر کھڑا ہونا ۔ ان میں کسی قسم کا خلل اور فاصلہ نہ چھوڑنا خواہ وہ صفیں نماز کی ہوں یا جہاد کی یہ خصوصیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کو عطا کی گئی ہے ۔ سابقہ انبیاء اور ان کی اُمتوں میں یہ خصوصیت مفقود ہے ۔ گیارھویں خصوصیت النبی حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے سورۃ بقرہ کی آخری آیات اس خزانہ سے عطا کی ہیں جو عرش

Marfat.com

مصلیٰ کے نیچے ہے۔ صحیح ابن خزیمہ اور نسائی ان آیات میں ایسی دعا مذکور ہے۔ جن میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ امت محمدیہ پر ایسا بوجھ نہ ڈالے جسے وہ برداشت نہ کرسکیں وغیرہ۔ بارھویں خصوصیت حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر اس وجہ سے بھی فضیلت دی گئی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے میرے پہلے اور پچھلے گناہوں یعنی کفار کے بہتانات کو خدا نے بخش دیا۔ (مسند بزاز) اس حدیث میں کفار کے ان بہتانات کی حکایت ہے۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ چونکہ وہ کفار کے خلاف تھی۔ اس لئے انھوں نے آپؐ کو کذاب ساحر اور شاعر وغیرہ کہنا شروع کر دیا۔ یہ کفار کے پہلے بہتانات ہیں۔ جن کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔ لیکن جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو کفار نے بصورت بہتان یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اگر یہ نبی اپنی قوم یعنی اہل مکہ پر غالب آکر اسے فتح کر لے گا۔ تو یقیناً یہ نبی صادق ہے۔ ورنہ نہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے ان کے معیار کے مطابق آپؐ کو مکہ وغیرہ پر اس لئے فتح عطا کی جس کا ذکر سورہ فتح کے شروع میں ہے۔ کہ اس کے بعد کفار کو آپؐ پر

کسی قسم کا بہتان لگانے کی جرأت پیدا نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام صادقہ معصوم ہیں۔ لیکن خداتعالیٰ نے ان کے زمانے کے کفار کی جوان پر جھوٹے بہتان منسوب کیا کرتے تھے۔ زبان کو بند کرنے کا انتظام نہیں کیا۔ یہ خصوصیت عالیہ حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو ہی عطا کی گئی۔ جو آپؐ کے جاہ و جلالیت کو آفتاب تاباں کی طرح روشن کرتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب سیرت بہار العالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں مذکور ہے۔

تیرھویں خصوصیت انہی ابوہریرہ رض کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو خداتعالیٰ کی طرف سے حوض کوثر ملنے کی بشارت عطا کی گئی۔ جس کا مفصل ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ چودھویں خصوصیت اسی حدیث میں وارد ہے۔ کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ تمہارا صاحب یعنی تمہارا رسولؐ قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کا مالک ہوگا۔ جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر انبیاءؑ بھی ہوں گے اس کا ذکر بھی سابقاً گزر چکا ہے۔ پندرھویں خصوصیت حضرت ابن عباس رض کا بیان ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دو خصلتوں کی وجہ سے خداتعالیٰ نے مجھے تمام انبیاءؑ پر فضیلت عطا کی۔ جو شیطان مجھ پر مقرر ہوا۔ وہ

کا فر تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھکو اس پر امداد کی یعنی غلبہ عطا کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ راوی کہتا ہے ایک خصوصیت مجھے یاد نہیں رہی (مسند بزاز) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایسا آدمی نہیں مگر اس کے ساتھ شیطان رجن کا قرینہ اور فرشتوں کا قرینہ مقرر کیا گیا ہے۔ جن شیطان انسان کے دل میں شریعت کی مخالفت اور تکذیب کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور فرشتہ اس کے برعکس شریعت کی تصدیق اور اس پر عمل کرنے کا دل میں القاء کرتا ہے حاشیہ مشکوٰۃ صحابہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان رہتا ہے؟ فرمایا ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر ایسی امداد اور غلبہ عطا کیا ہے پس وہ مشرف بالاسلام ہوا۔ پس وہ مجھے نیکی کے سوا برائی کا امر نہیں کر سکتا۔ (مسلم مشکوٰۃ باب فی الوسوسۃ) ہر انسان کے ساتھ خواہ نبی ہو یا ولی نیک ہو یا بد شیطان برا وسوسہ ڈالنے کے لئے رہتا ہے۔ اور فرشتہ نیک وسوسہ القاء کرنے کو۔ انبیاء صادقہ کا شیطان ان کی طبیعت کو گناہ کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن سوائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی نبی کا شیطان مسلمان نہیں ہوا۔ یہ

Marfat.com

فضیلت آپؐ کے ساتھ ہی مخصوص ہے ۔ یہ پندرہ خصوصیات سیدالعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت و عالی مرتبہ دے کر تمام جہان والوں پر عالی مرتبہ کی وجہ سے ممتاز ثابت کرتی ہیں ۔ شارحین نے ان احادیث سے انیس خصوصیات مفضلہ کو شمار کیا ۔ لیکن ہم نے چاہا کہ بوجہ تکرار کے چھوڑ دیا ۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص بنظر غور کتب حدیث کا مطالعہ کرے تو ان سے زیادہ خصوصیات مفضلہ بھی نکال سکتا ہے کتاب شرف المصطفیٰ میں ذکر ہے ۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ خصائل جن سے سابقہ انبیاء پر آپؐ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے ۔ ساٹھ کی تعداد تک پہنچ چکے ہیں ۔ (ذیل الاوطار باب تعیین التراب للتیمم) ان نو خصوصیات کے علاوہ حضورؐ کے اور بھی تشریفات و تکریمات مختصہ بہت ہیں ۔ جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ، اور بعض کا آنیوالا ہے ۔ پس اس تعداد پر حصر نہیں سمجھنا چاہیئے اب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی اُمت کے ساتھ تولا جانا ذکر کیا جاتا ہے ۔ (البدایہ تاریخ ابن کثیر جلد ۲ باب فی رضاعہ علیہ السلام) اس مضمون کو بطریق ابن اسحٰق خالد بن معدان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ۔ اس طویل حدیث میں ذکر ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلیمہ سعدیہ جو آپؐ کی رضاعی ماں تھی اس

Marfat.com

کے پاس دودھ پینے کے لئے آپ نے اقامت کی، آپ کی عمر مبارک دو سال کی تھی۔ پھر آپ نے بعد از فطام اس کے پاس دو یا تین ماہ اقامت فرمائی۔ اس عمر میں مکہ شریف کے جنگل میں آپؐ کے پاس دو فرشتے آئے۔ انھوں نے آپؐ کا سینہ مبارک چاک کرنے کے بعد آپؐ کو آپ کی امت کے ساتھ تولا

اس مضمون کی حدیث جو سب سے زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں لڑکپن کے ایام میں بنی سعد کے قبیلہ کی دایہ سے دودھ پیا کرتا تھا۔ ایک وقت ایسا ہوا۔ کہ میں اور میرا رضاعی بھائی جو دایہ کا بیٹا تھا۔ جنگل میں ایک بھیڑ کا بچہ چرا رہے تھے۔ میرے پاس دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے۔ ان کے پاس ایک سونے کا تھال تھا۔ اس میں برف جیسا پانی تھا۔ انھوں نے مجھ کو زمین پر لٹا کر میرے پیٹ کو چاک کر ڈالا۔ پس انھوں نے میرے دل کو نکال کر چیرا دیا۔ پس اس سے ایک سیاہ خون کا لوتھڑا نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ پھر انھوں نے میرے دل اور پیٹ کو اس برفانی پانی سے دھو کر ستھرا کر دیا پھر جس طرح پہلے تھا۔ انھوں نے اسی طرح رکھ دیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ اس کی امت کے

Marfat.com

دس آدمیوں کے ساتھ اس کا وزن کرو۔ اس نے وزن کیا۔ اور میرا پلہ بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا اس کی اُمت کے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ پس اس نے وزن کیا اور میرا پلہ بھاری تھا۔ اسی طرح میرا وزن ہزار آدمی سے کیا گیا۔ اور میرا پلہ ثقیل تھا۔ اس فرشتے نے کہا۔ اگر تو اس کی ساری اُمّت کے ساتھ بھی اس کا وزن کرے گا۔ تو اس کا پلہ بھاری نکلے گا۔ اس حدیث کی اسناد قوی ہے اس مضمون کی دو حدیثیں مسند دارمی میں بھی مذکور ہیں۔ جن میں سے ایک مشکوٰۃ باب فضائل نبیناؐ میں مرقوم ہے۔ اس حدیث پر سرسری نظر ڈالنے سے کچھ شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت کے ساتھ موازنہ کیا گیا۔ اور اس وقت آپؐ کی عمر دو سال تین ماہ تھی۔ یعنی لڑکپن کے ایام کا واقعہ ہے۔ اُمت تو نبی کے مبعوث ہو کر تبلیغ کرنے کے بعد بنتی ہے اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چالیس برس کی عمر میں وحی کا نزول ہوا۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ (مشکوٰۃ باب المبعث) تو یہ جس اُمت کے ساتھ موازنہ ہوا۔ بعثت سے پہلے کہاں سے آ گئی۔ اس کی تشریح یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میثاق کے دن تمام انسانوں کی روحوں کو پیدا کیا۔ اور اس کے علم میں پیدا ہونے کے بعد

Marfat.com

جو لوگ اُمت میں داخل ہونے والے تھے۔ ان کی رُوحوں کو بصورت جسم بنا کر ان میں حقیقی ثقل بھی پیدا کر دیا۔ ارواح کا جسم بن جانا اکثر حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی حالانکہ حضرت عیسیٰ ؑ کے سوا وہ سب روح تھے۔ جنہوں نے بصورت جسم ہو کر آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ علاوہ ازیں آسمان پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء ؑ کے روحوں کو دیکھا اور ان سے بات چیت کی (مشکوٰۃ باب المعراج)۔

دوم یہ کہ جس ترازو پر آپؐ کا اُمت کے ساتھ موازنہ کیا گیا۔ وہ کیا تھا؟ اور آپؐ کے جسم مبارک میں اتنے ثقل و بوجھ کی کیا وجہ تھی؟ اس کی شرح یہ ہے۔ کہ آپؐ کا اُمت کے ساتھ موازنہ کیا جانا اور ترازو کا وجود یہ سب خرقِ عادت اور خدا کے قدرتی امور و افعال میں سے تھے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر میں جو ثقل اور بوجھ تھا، وہ نبوت کا بوجھ تھا۔ نبی پیدائش میں تو دوسرے انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن اس کے وجودِ اطہر میں فطرتی طور پر نبوت رکھی جاتی ہے۔ اور وہ وحی ہونے سے پہلے بھی نبی ہی ہوتا ہے۔ نبوت کا ایسا بلند و برتر مقام ہے۔ کہ مقابلۃً موازنہ میں تمام پیدائش بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول وحی کے بعد بلکہ دین کی تکمیل کے بعد جب آپ میں تمام انبیاء کی سی وحی اور علوم کمالات داخل ہو چکے تھے۔ اور خصوصیات معظمہ و مکرمہ سے آپ کا وجود مبارک منور ہو چکا تھا اگر اس موقعہ پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے نبیوں کے ساتھ موازنہ کیا جاتا۔ تو یقیناً آپ کا پلہ بھاری ہوتا۔ فافہم ؂

Marfat.com

سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا حبیب اللہ ہونا

ہم یہاں حضرت ابن عباس والی ایک حدیث جس میں آپؐ کے حبیب اللہ ہونے کا ذکر ہے۔ درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اس کو دارمی نے اپنی کتاب کے شروع ابواب میں باسناد روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اپنی جامع کے کتاب المناقب میں ذکر کر کے اس کو غریب کہا ہے اور عقیدہ طحاویہ میں اس کے متعلق لم یثبت کہا ہے۔ یعنی صحیح نہیں۔ اگرچہ یہ حدیث بلحاظ اسناد کے کچھ نرم ہے۔ لیکن اس کا مضمون احادیث صحیحہ کے عین مطابق ہے جیسا کہ ہم اس کی تشریح میں بیان کریں گے۔ علاوہ ازیں مسند دارمی میں عمر ابن قیس رضؓ نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم عم کے خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ عم کے کلیم اللہ ہونے کے مقابلہ میں خود حبیب اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ پس یہ حدیث دو اسنادوں کی وجہ سے کچھ قوی ہو گئی اور اس میں جو ضعف تھا۔ بہت کم ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضؓ کا بیان ہے۔ کہ

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضہ میں سے کچھ آدمی بیٹھ کر بات چیت کر رہے تھے۔ بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے اور ان کی باتوں کو سُنا۔ ان میں سے بعض کہنے لگے۔ کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ بنایا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت موسیٰؑ سے اللہ نے کلام کی ہے۔ ایک اور بولا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کا کلمہ اور روح ہے۔ ایک اور شخص کی زبان سے نکلا کہ حضرت آدمؑ کو خدا نے چنا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں نے تمہاری تعجب آمیز باتوں کو سُنا۔ بے شک حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور ٹھیک حضرت عیسیٰ روح اللہ اور خدا کے کلمے ہیں۔ اور حضرت آدمؑ کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ یہ بالکل درست ہے۔ خبردار! میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں، میں حمد کے جھنڈے کو قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں، جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور ان کے سوا سب نبی ہوں گے اور کوئی فخر نہیں، میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں، میں پہلا شخص ہونگا۔ جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا۔ اور مجھ کو اس میں داخل کیا جائے گا اور

میرے ساتھ فقیر مہاجرین ہوں گے۔ اور کوئی فخر نہیں، اور میں پہلے پچھلے لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک بہت ذی عزت و عظمت ہونگا (مشکوٰۃ باب فضائل نبینا) پہلے انبیاء کے ساتھ سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا مقابلہ کرنے کی یہ حدیث اجازت دیتی ہے۔ بشرطیکہ بوقت مقابلہ ان کے فضائل کو قائم رکھا جائے۔ اگر مقابلہ میں ان کے درجات میں نقص لازم آئے تو اس سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہے۔ اور یہ صریح کفر ہے۔ فافہم ؛

ہم اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یہ ثابت کریں گے۔ کہ اس کا مضمون عین احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔ پس اس حدیث کو بطور شاہد کرنا جائز ہوا یہ حدیث اس لئے بھی قابل احتجاج ہے کہ اس میں جو انبیاء کے اوصاف مذکور ہیں۔ وہ قرآن و احادیث صحیحہ میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آدم کے برگزیدہ ہونے کی قرآن بھی تصدیق کرتا ہوا فرماتا ہے۔ بے شک اللہ نے حضرت آدم ع کو چن لیا (سورہ آل عمران) اسی طرح صحیح مسلم کی جلد باب اثبات الشفاعت میں حضرت ابوہریرہ رض والی حدیث طویل ہے۔ جس میں شفاعت کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، حضرت موسیٰ ع کو کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ ع کو

Marfat.com

روح اللہ و کلمہ بیان کیا گیا ہے۔ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حدیث میں صریحًا تو حبیب اللہ نہیں فرمایا۔ مگر دلالۃً ضرور کہا گیا۔ مثلاً آپؐ کا تحت عرش مقام محمود میں سفارش کرنا، اور اللہ کا آپؐ کی شفاعت قبول کر کے جنت میں داخل کرنا، اور حمد کے جھنڈے کا ذکر، اس کے ماسوا بہت سی حدیثوں میں آیا ہے، اور آپؐ کا سب سے پہلے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹانا، اور اس کا آپؐ کیلئے کھولا جانا، جس کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھلوانا چاہوں گا۔ جنت کا خازن کہیگا آپؐ کون ہیں؟ میں کہوں گا۔ میں محمدؐ ہوں! خازن کہیگا کہ مجھے آپؐ ہی کے لئے جنت کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپؐ سے پیشتر میں کسی کے لئے نہیں کھول سکتا (مسلم مشکوٰۃ باب فضائل نبینا) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے اور پچھلے لوگوں سے اشرف و افضل ہونے کا ثبوت ملتا ہے حضرت جابر کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں مرسلوں کا قائد اور پیشوا ہوں (دارمی و مشکوٰۃ باب فضائل نبینا) حضرت ابی بن کعب رضؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

کہ قیامت کے دن میں نبیوں کا امام اور خطیب اور ان کی شفاعت کا صاحب ہونگا۔ اور کوئی فخر نہیں۔ صاحب شفاعت یعنی پہلے مجھے شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ پھر میرے بعد دوسرے نبی شفاعت کریں گے۔ ہذا حدیث حسن غریب (ترمذی ابواب المناقب) حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پہلا وہ شخص ہوں، جس سے زمین پھٹے گی۔ یعنی پہلے میں زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر مجھے جنت کے لباسوں میں سے لباس پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔ خلائق میں سے کوئی بھی شخص نہیں جو میرے سوا وہاں کھڑا ہو سکے۔ ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ابواب المناقب) اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت آدم کا خاصہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ آپؐ کو ان پر ایک فضیلت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ تمام انسانوں کی پیدائش حضرت آدمؑ سے ہوئی۔ ان کو ایسی زندگی بخشی گئی۔ جس کے بعد موت کا صدمہ بھی ہے۔ جو زندگی کو فنا کر دیتی ہے۔ لیکن قیامت میں سب سے پہلے حضورؐ کو زندہ کیا جائے گا اور آپ کے بعد سب خلقت کو۔ لیکن آپؐ کے بعد جو زندگی خلقت کو عطا کی جائے گی۔ وہ فانی نہیں ہے۔ جنتی جنت میں آرام کی زندگی بسر کریں گے اور کفار دوزخ میں سخت عذاب

Marfat.com

میں مبتلا ہوئے اور زہریلی غذائیں کھانے کے باوجود بھی زندہ رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت حضرت آدمؑ پر آپؐ کی ایک خاص فضیلت ظاہر کرتی ہے کیونکہ ان کے سلسلہ کی زندگی فانی اور آپؐ سے جو زندگی شروع ہونے والی ہے وہ باقی ہے فافہم،

لفظ خلائق خلق کی جمع ہے۔ جس کے معنی پیدائش کے ہیں یہ بسبب جمع ہونے کے ملائکہ کو بھی شامل ہے پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلائق بلکہ ملائکہ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب پلصراط جہنم پر گاڑا جائے گا۔ تو تمام رسولوں سے پہلے اپنی اُمّت کو ساتھ لے کر میں اس سے گزروں گا (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب الحوض و الشفاعۃ) وللہ الحمد! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے خصوصیات مکرمہ و معظمہ ہیں۔ جن کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ علاوہ ازیں ابن عباس رض والی حدیث جس کی ہم تشریح کر رہے ہیں۔ اس میں جو انبیاءؑ کے اوصاف و کمالات مذکور ہیں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا برگزیدہ ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ارشاد ہے۔ کہ خدا نے مجھے بنی ہاشم سے

برگزیدہ کیا (مسلم و مشکوٰۃ باب فضائل نبینا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب یعنی مجھ کو خلیل بنایا (مسلم مشکوٰۃ باب المناقب) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ ہونا۔ یعنی اللہ نے ان سے پردہ میں کوہ طور پر کلام کیا، جو زمین پر تھا۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا کلام سات آسمانوں سے اوپر بلکہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی بلند کر کے کیا (مشکوٰۃ باب المعراج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو قرآن نازل کیا گیا اس کو بھی روح کہا گیا ہے کذالک اوحینا الیک روحًا من امرنا (پ ۲۵) اے نبیؐ! اسی طرح ہم نے آپؐ کی طرف روح کو وحی کیا۔ قرآن کو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی ہے۔ اس کو روح کہا گیا ہے۔ آپؐ کے سوا کسی نبی کی وحی کو روح نہیں کہا گیا ہے۔ آپؐ کا اس سے روح اللہ ہونا بھی ثابت ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حدیث روح اللہ بتلاتی ہے۔ حبیب فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو بمعنی فاعل اور مفعول کے استعمال ہوتا ہے۔ فاعل کے معنی محب یعنی محبت کرنے والا۔ اور مفعول کے معنی ہیں محبوب یعنی محبت کیا ہوا۔ آپؐ خدا سے بہت

Marfat.com

زیادہ محبت کرتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ بھی آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب جانتا تھا۔ اس طرح آپؐ کو انبیاء و ملائکہ اور ایمانداروں سے حسب مدارج سب سے زیادہ محبت تھی۔ اور وہ بھی آپؐ کو تمام خلائق سے محبوب تر جانتے تھے۔ اس حدیث میں آپؐ کو حرف تنبیہ سے حبیب اللہ کہنے کا یہ مطلب ہے کہ خصوصیات مفصلہ کے ماسوائے ان نبیوں میں جن کا حدیث میں ذکر ہے۔ جو اوصاف و کمالات فرداً فرداً پائے جاتے ہیں۔ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بھی سب کے سب داخل کر دیئے گئے آپؐ کا وجود جامع کمالات تھا۔

Marfat.com

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضائل

شبہات کا ازالہ

اب ہم ان آیات اور احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کی بناء پر لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت دیتے ہیں:۔

شبہ نمبر ۱

مسلمانوں پر عیسائی الزام قائم کرتے ہیں (یہاں صرف تحقیقی جواب ہی پر اکتفاء کیا جائے گا۔ کیونکہ رسالہ ہذا میں مخالفین کی تردید کا التزام نہیں ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے عیسیٰؑ بیٹے مریمؑ کو دلائل یعنی معجزات عطا کئے اور ہم نے ان کی روح القدس سے تائید کی (سورۃ البقرہ)

ازالہ

یہ کوئی حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام کا خاصہ ہی نہیں نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو بھی اس میں بدرجہ اتم مشارکت ہے روح القدس جبریلؑ کا نام ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے

Marfat.com

جو شخص جبرئیلؑ کا دشمن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اے نبیؐ! تحقیق اس جبرئیلؑ نے اللہ کے اذن سے آپؐ کے دل پر قرآن اتارا۔ (سورہ بقرہ) دوسری آیت میں ارشاد ہے اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجئے اس کو (یعنی قرآن کو) روح القدس نے اللہ کی طرف سے آپؐ پر اتارا (سورہ نحل) قرآن جیسی اعجازی کتاب کو روح القدس کا خدا کے حکم سے آپؐ پر اتارنا عظیم الشان و نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے۔ باقی رہی تائید۔ اس کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ وہ ذات ہے۔ جس نے مومنوں کی تائید سے آپؐ کی مدد اور تائید کی (سورہ توبہ) یا تو یہ تائید محض خدا کی مدد سے ہوئی یا غزوات میں آپؐ کی تائید میں فرشتوں کو نازل کیا گیا۔ جو مومنوں کے ساتھ مل کر کفار کا مقابلہ کرتے تھے۔ جن میں روح القدس بھی تھے۔ ہر چند خدا کی قدرتی تائید (جس میں روح القدس کی تائید بھی شامل ہے)، محض روح القدس کی تائید تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھی تھی۔ ان کے بارہ میں ارشاد باری ہے۔ خدا نے ان کی ایسے روح کے ساتھ تائید کی۔ جو اس کی طرف سے تھا۔ (سورۃ مجادلہ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریظہ کے جنگ کے دن حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ صحابی کو جو شاعر تھے ارشاد

Marfat.com

فرمایا۔ مشرکوں کی توہین کر! بے شک جبریلؑ تیرے ساتھ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حسان کو یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ میری طرف سے مخالفوں کے ان مطاعن کا جواب دو، جو وہ مجھ پر کرتے ہیں۔ اے اللہ اس کی (یعنی حسان کی) روح القدس کے ساتھ تائید کر (بخاری و مسلم مشکوٰۃ باب بیان الشعر) جس نبیؐ کی اللہ کی تائید کے ساتھ روح القدس کی تائید مع اس کے صحابہؓ کے ہوئی ہو۔ وہ بدرجہا شان اور عظمت میں اس نبی سے زیادہ ہے۔ جو بغیر اپنے امتیوں اور بغیر خدائی تائید کے صرف روح القدس سے مؤید ہو۔

شبہ نمبر ۲

خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (سورۃ آل عمران) یعنی حضرت عیسیٰ دنیا و آخرت میں عالیجاہ و صاحب مرتبہ ہیں۔

ازالہ

یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاصہ نہیں۔ اس میں حضرت موسیٰؑ کو بھی اشتراک حاصل ہے، آپؑ کے بارے میں ارشاد باری ہے۔ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا (سورۃ احزاب)۔ یعنی وہ اللہ کے نزدیک عالی جاہ و صاحب مرتبہ ہیں مخفی نہ رہے۔ کہ جس نبی پر مخالفین نے جھوٹا بہتان لگایا ہوا

Marfat.com

ہو۔ اس کی بریت کرنے کے لئے قرآن مجید نے وجیہا
کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہود حضرت عیسٰی کی والدہ ماجدہ
کی طرف ناشائستہ اتہام لگا کر ان کی پیدائش کو ناجائز
قرار دیتے ہیں۔ قرآن نے ان کو وجیھًا کہہ کر اس بدترین
اتہام سے پاک وصاف ثابت کیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل
نے بھی حضرت موسٰی علیہ السلام کی طرف وہ اتہام منسوب کیا
جو ان کی ذات سے متعلق تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رض کہتے
ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت موسٰی صاحب
حیا اور باپردہ آدمی تھے۔ کہ ان کے پردہ کی وجہ سے ان
کے جسم کی کوئی چیز نظر نہ آسکتی تھی۔ بنی اسرائیل نے
ان کو اتہام لگا کر ایذا دی۔ کہنے لگے کہ یہ اتنا پردہ اس
لئے کرتے ہیں۔ کہ ان کے جسم میں کوئی عیب یا برص
ہے۔ یا کوئی اور بیماری ہوگی، جو کچھ بھی ان کا اتہام تھا خدا
نے ان کو اس سے بری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت موسٰی
علیہ السلام ایک دن نہانے کے لئے ایک جگہ اکیلے چلے گئے
اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پھر غسل کیا
جب فارغ ہوئے تو پتھر کی طرف اپنے کپڑے لینے کے
لئے آئے۔ پتھر مع ان کے کپڑوں کے وہاں سے چلدیا۔
پس موسٰیؑ نے اپنا عصا لئے ہوئے پتھر کو طلب کیا۔ اور یہ

کہنا شروع کیا، او پتھر! میرے کپڑے! او پتھر! میرے کپڑے!! حتیٰ کہ آپ بنی اسرائیل کی ایک مجلس تک پہنچ گئے۔ انہوں نے ان کو برہنہ دیکھا۔ خدا کی قدرت سے وہ بہت خوبصورت اور بے عیب تھے۔ خدا نے ان کو اس بہتان سے جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا پاک کر دیا۔ اور پتھر ٹھہر گیا۔ آپؑ نے کپڑوں کو پکڑ کر پہن لیا (بخاری و مسند احمد تفسیر ابن کثیر تحت آیت دکان عند اللہ وجیہا) چونکہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نسل اور آپؐ کا جسم مبارک ایسے ناشائستہ بہتانات سے بالکل صاف و منزہ تھے۔ اس لئے آپؐ کے واسطے قرآن نے وجیہا کا لفظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کسی مخالف نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر ایسا بہتان نہیں لگایا۔ جو آپؐ کی نسل اور جسم سے تعلق رکھتا ہو۔

شبہ نمبر ۳

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ آدمؑ کے بیٹوں میں سے کوئی ایسا بچہ پیدا شدہ نہیں۔ جس کو بوقت پیدائش شیطان چوک نہ لگاتا ہو۔ تو وہ لڑکا شیطانی چوک سے چلاتا ہے۔ سوا حضرت مریمؑ اور اس کے بیٹے حضرت عیسٰیؑ کے (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب الوسوسہ) حضرت ابوہریرہ رضؓ کی دوسری حدیث میں جس کو

لیث بن سعد نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آدمؑ کا ہر بیٹا جب اس کو اس کی ماں جنتی ہے۔ شیطان اس کے پہلو میں چوک لگاتا ہے۔ مگر عیسیٰ ابن مریمؑ ان کی پیدائش کے وقت شیطان نے چوک لگانی چاہی۔ لیکن وہ چوک پردے کو لگی۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ آل عمران زیر آیت انی اعیذہا بک وذریتہا) چوک کی وجہ سے اس لیئے روتا ہے۔ کہ وہ اس کے دل پر اثر کرتی ہے۔ آدم کے ہر بیٹے کو شیطان کا چوک لگانا۔ یہ موجبہ کلیہ ہونے کے بموجب سب انسانوں کو شامل ہے۔ خواہ وہ کفار ہوں۔ یا مومنین اور اولیاء بلکہ انبیاء بھی اس میں شامل ہیں۔ صرف حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی والدہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ کہ وہ اس چوک سے الگ رہے۔

ازالہ!

حضرت آدمؑ جو پہلے انسان مرد ہیں اور حضرت حواءؑ جو پہلی عورت ہیں۔ وہ بھی شیطانی چوک سے محفوظ رہے۔ کیونکہ کہ وہ مولود نہیں، یعنی کسی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے۔ پس یہ چار اشخاص ہوئے۔ دو نبی اور دو غیر نبی اور غیر معصوم۔ کیونکہ اہل اسلام خصوصاً اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء کے سوا

تمام انسان غیر معصوم ہیں، پس جب ان چار کو شیطن سے بچنے میں مشارکت اور مساوات ہے۔ تو یہ فضیلت کوئی حضرت عیسیٰؑ کی بنوت کا خاصہ نہ رہا۔ اس کو نفیلت کی سند بنا کر انبیاءؑ اور خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوقیت دینا محض جہالت اور نادانی ہے۔ کیونکہ فضیلت کسی اعلیٰ خصوصیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ یہاں مفقود ہے۔ اب ہم اس پر نظر غائر ڈالتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہؑ کیوں اس سے محفوظ رہے۔ سو قرآن ہمیں ایک سنہرا اصول بتلاتا ہے، کہ خدا کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا، مگر اس کی توفیق اور طاقت کے موافق (سورہ بقرہ) پس بموجب اس کے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کا جسم مبارک شیطانی چوک بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ خدا نے ان کو چوک شیطانی سے پردہ حائل کر کے بچا دیا۔ بخلاف دیگر انبیاءؑ کے کہ ان کے وجود مبارک باوجود شیطانی چوک لگنے کے بھی اس کے شر اور ضرر سے محفوظ رہے، بلکہ وہ ہمیشہ شیطان پر غالب رہے۔ اور وہ ان کا مقہور و مغلوب۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

آلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں، جس کے
ساتھ ایک ساتھی فرشتوں اور ایک جنوں میں سے نہ ہو
صحابہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؐ کے
ساتھ بھی شیطان کی قرابت ہے فرمایا ہاں! میرے ساتھ قرین
تو ہے۔ مگر اللہ نے مجھ کو اس پر امداد کی فَاَسْلَمَ پس وہ
میرا مطیع ہو چکا ہے۔ یا میں اس سے سلامت رہتا ہوں
وہ مجھے بغیر نیکی کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔ ابن مسعودرضؓ
کی دوسری روایت میں ہے۔ کہ شیطان کا وسوسہ انسان
کو برائی اور حق کی تکذیب کی ترغیب دیتا ہے۔ اور فرشتوں
کا وسوسہ حق کی تصدیق اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے
(ترمذی، مشکوٰۃ باب الوسوسہ) یعنی ہر آدمی کے ساتھ دو قرین ہوتے
ہیں۔ ایک فرشتہ دوسرا جن۔ فرشتہ نیکی کی ترغیب دیتا ہے
اور جن برائی کا۔ یہ موجبہ کلیہ سب کو شامل ہے۔ خواہ
وہ نبی ہو یا غیر نبی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت
عیسیٰؑ بھی اس میں شامل ہیں۔ لیکن انبیاء کا شیطان بوجہ
ان کی نبوت کے بجائے برائی کے وسوسہ کے ان کا مغلوب
ومقہور ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں نیکی کا حکم کرتا ہے۔ وہ
اس کے شر سے ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں پہلے
لکھا جا چکا ہے۔ کہ انبیاء کی ولادت کے وقت ان کی

اؤں کو نور دکھائی دیتا ہے۔ جس کو وہ خواب میں اور بعد کو بیداری میں بھی دیکھتی ہیں اور وہ نور نبوت کا ہوا کرتا ہے۔ شیطانی چوک ان کے نور نبوت پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ جس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ ماسوا اس کے حضرت ابن عباس رضی کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے اہل یعنی زوجہ سے مجامعت کا ارادہ کرتا ہوا کہے بسم اللہ۔ یعنی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے۔ اس کو بھی شیطان سے بچا۔ اگر اس وقت کی مقاربت سے مرد اور عورت کے درمیان خدا کی تقدیر میں اولاد نصیب ہو۔ تو شیطان اسے ضرر نہیں پہنچا سکے گا (بخاری و مسلم مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات) اگر کوئی شخص یہ دعا نہ پڑھے۔ تو شیطان اس کی اولاد کو ضرور ضرر پہنچائے گا۔ مقام غور ہے۔ کہ اسلام نے امت کے بچوں کو یہ دعا سکھا کر شیطانی چوک سے بچنے کا انتظام کر دیا۔ حالانکہ یہ نبی نہیں تو مقام نبوت جو کہ ایسا ارفع ہے کہ مخلوق میں سے اس مرتبہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ تو کیا شیطان کی چوک ان کے قلب پر اثر کرتی ہوئی ان کو ضرر پہنچا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!

Marfat.com

شبہ نمبر ۴

حقائق القرآن کے نامعلوم عیسائی مصنف نے حضرت عیسیٰؑ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہونے کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے۔ کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اخیر زمانہ یعنی قرب قیامت میں دجال کا فتنہ ہوگا۔ اس فتنہ کو بھی آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کر کے حضرت مسیحؑ ہی مٹا دیں گے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان واقعات کی کوئی خبر نہیں ہوگی۔ وہ بہت مدت اس سے پہلے وفات پا کر قبر میں مدفون ہو چکے ہوں گے۔

ازالہ

یہ ہے۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر نہ تھی۔ تو کیا مسلمانوں کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے ماسوائے آپؐ کی انجیل کے مطابق ہے؟ ہرگز نہیں کتب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشینگوئی سے لبریز ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خروج دجال اور اس کے قتل ہونے اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی مفصل خبر دی ہے (دیکھو مشکوٰۃ باب علامات بین یدی الساعۃ باب نزول عیسیٰؑ) حضرت عیسیٰؑ نازل ہوتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی کے پیچھے نماز پڑھ کر یہ ثابت کر دیں گے۔ کہ اس نبیؐ کا اُمتی مجھ سے افضل ہے

اور اس کی سکھائی ہوئی نماز میری شریعت کی عبادت سے برتر و اعلیٰ ہے ۔ حضرت جابر رضؓ کا بیان ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے ۔ پس مسلمانوں کا امیر کہیگا ۔ کہ آئیے امام بن کر نماز پڑھائیے لیکن وہ کہیں گے ۔ میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا ۔ بعض تمہارا بعض پر امیر ہے ۔ خدا تعالیٰ نے یہ عزت اس اُمت کو عطا کی ہے (مسلم حوالہ مذکور) یعنی میں اس اُمت میں سے نہیں ہوں ۔ لہٰذا اس عزت میں شریک نہیں ہو سکتا ۔ ناظرین ! کیسی عظیم الشان فضیلت ہے ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا اولوالعزم نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی کو نماز پڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا ۔ پس یہ اظہر من الشمس ہے ۔ حضرت عیسےؑ نے محمدی امام کی اقتدا کر کے یہ ثابت کر دیا ۔ کہ اس نماز کے معلم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے نہایت اعلےٰ و ارفع و اشرف ہیں ۔ علاوہ ازیں اسی باب کی حدیثوں میں مذکور ہے ۔ کہ حضرت عیسیٰؑ اس زمانہ میں صلیب کو توڑ کر نیست و نابود کر دیں گے عیسائیوں کے نبی کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی اتباع کرنا اس امر کا ثبوت دیتا ہے ۔ کہ وہ اپنے آپ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افضل سمجھیں گے ۔ عیسائیوں

کی دلیل قابل سماعت اس صورت میں ہو سکتی تھی، کہ وہ یہ ثابت کرتے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول اسلام کے خلاف موجودہ عیسائیت کی اشاعت کریں گے۔ لیکن ان کی پیش کردہ دلیل نے ان کے خلاف الٹ کر ان کے منہ پر مہر سکوت کر دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر میں مدفون ہونے کا جواب۔ ہم نے اپنی تا بلقدر کتاب برہان الحق میں ایسا مسکت اور تسلی بخش دیا ہے جس کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعلیٰ وارفع ہیں اشائق اس کا مطالعہ کریں۔

تنبیہ نمبر ۵

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ نبیوں کا ذکر کر کے فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان میں فرمایا فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ آپ ان کی ہدائت کی پیروی کیجئے۔ نیز آپؐ کو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کو وحی کی کہ آپؐ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی پیروی کیجئے (سورہ ابراہیم) اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ متبوع تابع سے اور مقتدی مقتدی سے افضل ہوتا ہے پس بموجب اس حکم کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام معہ دیگر نبیوں کے افضل ٹھہرے۔ کیوں کہ آپؐ متبع ہیں۔

Marfat.com

ازالہ

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ کون کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا و اتباع کی ہے۔ آپؐ نے تو نہ ہی اُن کی کوئی کتاب پڑھی نہ اُن کی حدیث سے واقف ہوئے، اس لئے کہ آپؐ اُمّی تھے۔ آپؐ کے زمانے میں تورات و انجیل جو یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں تھیں، ان میں تحریف و تبدیلی لفظی و معنوی کی جا چکی تھی، اور آپؐ نے مسلمانوں کو ان کی تلاوت سے بھی روک دیا تھا۔ جیسا کہ برہان الحق میں اس مسئلہ کو پرزور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ انبیاءؑ کو بیت المقدس میں پیش امام ہو کر نماز پڑھائی اور قیامت کے دن آپؐ ان کے قائد اور امام ہوں گے۔ جیسا کہ سابقاً گذرا۔ رہا آیات پیش کردہ کا مطلب سو وہ یہ ہے کہ تمام انبیاءؑ کا توحید و دیگر عقائد میں ایک دین ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "تمام نبی علاتی بھائی ہیں۔ ان کی مائیں الگ ہیں، یعنی وہ الگ الگ زمانے اور اقوام میں بھیجے گئے اور دین ان کا ایک ہے (مسلم جلد اول باب نزول المسیح) اور اس کی تصدیق مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو ارشاد باری ہے۔ تمہارے لئے اس دین کو شریعت بنایا، جس کا حکم نوحؑ کو ہوا۔ اور اے نبی! صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم جو وحی ہم نے آپؐ کی طرف کی ہے، اور وہ جو ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کو حکم کیا، یہ کہ تفریق مت کرو، دین قائم کرو (سورہ شوریٰ) پس جب ثابت ہو چکا کہ انبیاءؑ کا توحید اور عقاید میں ایک ہی دین ہوا کرتا ہے۔ البتہ حسب اقتضاء زمانہ بعض فروعات میں ان کی شریعتیں مختلف ہیں، تو اس صورت میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاءؑ کے بعد ایک ایسی مکمل شریعت عطا کی گئی۔ جس میں تمام سابقہ شریعتیں آجاتی ہیں، تو آپؐ صرف خدا کی وحی و الہام کے تبع ہوئے، چونکہ آپؐ کی وحی انبیاءؑ کے مطابق تھی، اور آپؐ کو بعد میں ملی، لہذا آپؐ باعتبار زمانہ کے اس وحی کے متبع ہوئے جو سابقہ انبیاؑ کو آپؐ سے پہلے مل چکی تھی، اس طرح تو ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کا تابع ہو سکتا ہے، کہ اس کی وحی اس کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی موسوی شریعت کے تابع تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے بعد آئے۔ تمام انبیاء کی وحی و علم آپؐ کو دیا گیا، اس لئے آپؐ باعتبار تمام انبیاء کے علم کے مخزن ہونے کے سب سے افضل و اشرف ٹھہرے۔ رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ کفار مکہ باوجود مشرک ہونے کے حضرت ابراہیمؑ کو مانتے تھے خدا نے ان کی تردید کی، کہ حضرت ابراہیم تو ایک طرف رہنے والے

اور موحد تھے۔ وہ مشرک تو نہ تھے سو تمہارا مذہب ان کے خلاف اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہبًا ان کے موافق ہیں، اسی طرح یہود ونصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم ؑ یہودی تھے اور نہ عیسائی حنیف مسلمان تھے۔ اور مشرکوں سے نہ تھے۔ (سورہ آل عمران) پس حضرت ابراہیم اور سابقہ نبیوں کو جو توحید دی گئی، وہی توحید رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد میں عطا کی گئی، آپ کو زمانہ کے اعتبار سے ان کا مقتدی اور تبع کہا گیا ہے۔ فافہم

شبہ نمبر ۶

مندرجہ ذیل حدیث کی بنا پر یہ بھی شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل تھے۔ حضرت انس ؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا خیر البریّہ یعنی اے سب سے بہتر! فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔ کہ سب خلقت سے بہتر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ باب المفاخرہ)

ازالہ

اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے اپنے خیر البریہ ہونے سے انکار کیا۔ بلکہ سمجھانا مقصود تھا۔ کہ اس لقب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ملقب کیا گیا۔ آپ چونکہ آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کے سردار تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شامل

Marfat.com

ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث بحوالہ مذکورہ گذر چکی ہے۔ کہ آپؐ تمام خلقت سے افضل و اکرم ہیں۔ پس آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام خیرالبریہ ٹھہرے، تو آپ کے خیرالبریہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیثوں کی بناء پر بھی فضائل النبی پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔

شبہ نمبر ۷

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کسی بندے کو یہ کہنا جائز نہیں، کہ میں حضرت یونس بن متی سے بہتر ہوں (بخاری ومسلم) بخاری کی روایت ہے جو شخص یہ کہے انا خیر من یونس بن متی فقد کذب، یعنی میں یونسؑ بن متی سے اچھا ہوں تو اس نے جھوٹ بولا (مشکوٰۃ باب بدء الخلق) یہ دونوں حدیثیں اپنے عموم کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب کو شامل ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عوام کی طرح اپنے آپ کو حضرت یونسؑ سے اچھا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ تو لامحالہ یونسؑ آپؐ سے افضل ٹھہرے:۔

ازالہ

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص نبی ہو یا غیر نبی کسی نبی صادق کے مقابلہ میں اَنَا خَیْرٌ یعنی میں اس سے

اچھا ہوں، کہے تو اس سے اس صادق نبی کی توہین لازم آتی ہے۔ جو کفر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت یونس ع کے مقابلہ میں انا خیر کہنے سے انکار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ان سے افضل و برتر نہیں ہیں۔ بلکہ آپ تمام انبیاء و ملائکہ سے جب افضل ثابت ہو چکے، جیسا کہ دلائل قاطع سے ثابت کیا گیا ہے۔ تو آپ لامحالہ حضرت یونس ع سے بھی اعلیٰ اور برتر ثابت ہوئے، علاوہ ازیں قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کے مقابلہ میں انا خیر کہنا صریح کفر ہے۔ سب سے پہلے حضرت آدم ع کے مقابلہ میں جو پہلے نبی تھے۔ شیطان نے انا خیر کہنے کی جرأت کی۔ یعنی میں اس سے بہتر ہوں (سورہ اعراف) فرعون نے بھی تکبّر اور فخر سے حضرت موسیٰ ع کے مقابلہ میں انا خیر کو استعمال کیا (سورہ زخرف) افسوس کہ ہمارے زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ابلیس اور فرعون کی طرح حضرت عیسےٰ ع کے مقابلہ میں انا خیر کا ترجمہ استعمال کرتے ہوئے تکبّر اور کفر کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا اور سچے رسول کی توہین کی چنانچہ فرماتے ہیں۔

"بہترم من از مسیح بے پدر" (ازالہ اوہام)

پھر آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:۔

کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ درثمین اردو مطبع قادیان

پس جس طرح سچے انبیاء کے مقابلہ میں انا خیر کو استعمال کرنا کذب وکفر شیطان و فرعون اور دجال وغیرہ کا فعل ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کفریہ فعل کا کیونکر ارتکاب کر سکتے تھے۔ لہذا آپ نے خود بھی پرہیز کیا اور عوام کو بھی روکا۔ فافہم۔ اب ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا حدیثوں میں یونسؑ کی خصوصیت کیوں آئی۔ کیا دیگر انبیاءؑ کے مقابلہ میں انا خیر کا استعمال جائز ہے۔ سو اس کا جواب ہمیں یونسؑ کے قصہ میں ملتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ اپنی قوم سے اکتا گئے، اور ان سے غصہ ہو کر ہجرت کر گئے۔ بقول مفسرین یہ ہجرت خدا کے اذن کے بغیر تھی جس میں کچھ بے صبری پائی گئی، پھر سمندر کے کنارے پر پہنچ کر کشتی پر سوار ہوئے، اور وہاں سے دریا میں ڈالے گئے، اور ان کو مچھلی نے نگل لیا، اور اس کے پیٹ کی تنگی اور اندھیروں میں خدا تعالےٰ سے دعا اور نماز ادا کرتے رہے۔ اگر نماز ادا نہ کرتے۔ تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے، پھر اللہ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور قوم کی طرف بھیجا (سورہ انبیاء، سورہ والصافات، جامع البیان) مچھلی کے پیٹ میں جو نہایت تنگ جگہ ہے۔ صبر سے اللہ کی نماز ادا کرنا ایسا عظیم الشان صبر ہے۔ جس نے پہلی بے صبری کو معدوم کر دیا۔ اب کسی نبی یا غیر نبی کا کوئی حق نہیں۔ کہ ان کی پہلی بے صبری پر کہے۔ کہ میں ان سے افضل یا بہتر ہوں۔

Marfat.com

شبہ نمبر ۹

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل حدیثوں کی بنا پر بھی فضائل سید العالمین پر اشتباہ کی گنجائش مل سکتی ہے۔ حضرت ابوسعید رضہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاتخیروا بین انبیآء اللہ ولا تفضلوا بین انبیآء اللہ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ باب بدءِ الخلق) ان دونوں حدیثوں کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ خدا کے نبیوں کے درمیان کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ یعنی یہ نہ کہو کہ فلان نبی فلان سے افضل اور اچھا ہے۔ پس جس صورت میں نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا ممنوع ہے۔ تو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کیوں تمام نبیوں سے افضل ثابت کیا جاتا ہے؟

ازالہ

اس کا جواب امام نووی نے شرح صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل کے شروع میں جو دیا ہے۔ اس کو ہم یہاں کچھ تشریح کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ انبیاء کی فضیلت دو قسم کی ہے ایک سے تو یقیناً منع کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دیتے وقت مفضول کی توہین و تنقیص لازم آئیگی۔ جس سے عوام کے درمیان نزاع پیدا ہو۔ جیسا کہ عیسائیوں کی طرح کسی نبی کی شان میں ایسا غلو کرنا کہ اس کی طرف خدائی کی صفات کو منسوب کر دینا، اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کی شان میں علم غیب اور حاضر ناظر اور آپؐ کو مختار کل سمجھنا یا آپ کے بشر ہونے سے انکار کرنا، حالانکہ یہ صریح کفر ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کے خلاف ہے۔ جس سے قرآن وحدیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔ ایسے غلو کا نام فضائل رکھ کر خلقت میں گمراہی پھیلانا، اور وہ فضائل جو روایات کاذبہ میں مذکور ہیں، انکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا، چونکہ یہ صریح کفر اور کذب اور آپؐ پر افترا ہے۔ اس لئے ان سے روکا گیا۔

دوسری قسم کے فضائل جن کا ذکر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں آچکا ہے۔ ان پر اعتقاد رکھنا فرض اور ضروری ہے، اور ان کا انکار صریح کفر ہے۔ اور عوام میں ان کا ذکر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضؓ کی عظیم الشان سنت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے کہ ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے (سورہ بقرہ)۔ یہ آیت باواز بلند پکار رہی ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام فضیلت میں یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ چونکہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محاسن کاملہ و محامد عالیہ اس کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ کہ کسی دوسرے نبی میں ان کی مثل نہیں مل سکتی۔ لہذا آپؐ کی نسبت سب نبیوں سے افضل اعتقاد رکھنا ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ جس کے انکار سے ایمان معدوم ہو جاتا ہے۔ اور انسان

Marfat.com

اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ فافہم۔

شبہ نمبر ۹

علاوہ ازیں مخالف یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہیں دیتے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رض کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ (مشکوٰۃ باب فی بدء الخلق)

ازالہ

جواب اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ایک جزوی فضیلت ہے۔ جو سوا ان کے کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب لوگوں پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو جائے گی اور میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہو جاؤں گا۔ پس سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ اور حضرت موسیٰؑ عرش کے کنارے کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے۔ یا ان لوگوں میں ہوں گے۔ جو بے ہوش ہی نہیں ہوئے (حوالہ مذکور) حضرت موسیٰؑ کا آپؐ سے پہلے ہوش میں آنا یا بیہوش نہ ہونا یہ ان کی ایک جزوی فضیلت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسے کمالات و فضائل کلیہ بکثرت پائے

Marfat.com

جاتے ہیں۔ کہ بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ کہ یہ جزوی فضیلت ان میں سے ایک کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ ایک جزوی فضیلت ہے تاہم مجھ کو محض ان ہی پر فضیلت نہ دو، مجھ کو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی ساری اولاد کا سردار یعنی افضل بنایا ہے۔

غلوّ اور اس کی مذمّت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فضائل جو روایات کاذبہ سے ثابت کئے جاتے ہیں۔ ان سے یہ مضمون کلیتہً منزّہ و مبرّا ہے۔ کیونکہ وہ حقیقت میں فضائل نہیں بلکہ وہ کاذبین کا اختراع اور خدا اور رسول پر بہتان ہے۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جن میں عیسائیوں کی طرح غلوّ اور مبالغہ پایا جاتا ہے۔ غلوّ اس زیادتی کو کہتے ہیں۔ جو خوش اعتقاد لوگ اپنے پیشواؤں کی نسبت خواہ وہ نبی ہوں یا ولی ایسے اوصاف بیان کرتے ہیں۔ جو ان میں نہ پائے جائیں۔ اور وہ قرآن و حدیث کے صریح مخالف ہوتے ہیں۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا، اور آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا، اور آپ کی نسبت مختار کل ہونے کا عقیدہ

Marfat.com

رکھنا۔ چونکہ یہ صفات خداتعالیٰ کے ساتھ ہی مختص ہیں لہذا ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور مخلوق کی طرف نسبت کرنے سے صریح شرک لازم آتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ان کا شان بڑھانے کے لئے خدائی صفات سے جن لوگوں نے ان کو متصف کیا ہے۔ خدا نے ان کے حق میں لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ یعنی دین میں زیادتی مت کرو۔ کسی کی شان کو حد سے نہ بڑھاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شان حد سے بڑھانے سے روکا۔ حضرت عمران رضہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ کو حد سے نہ بڑھاؤ، جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو حد سے بڑھایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (مسند امام احمد، صحیح بخاری، شمائل ترمذی) امام علی ابن مدینی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ دوسری حدیث حضرت انس بن مالک رضہ کی ہے کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا اے نبی! اے ہمارے سردار! اے ہمارے سردار کے بیٹے! ہم سے اچھے، ہم سے اچھے کے بیٹے! پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اپنے قول کو لازم پکڑو۔ یعنی جو تمہیں تعلیم دی گئی ہے وہی کہا کرو۔ تمہیں شیطان بری خواہش میں نہ

Marfat.com

ڈالے۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ جو مرتبہ خدا نے مجھے دے رکھا ہے، تم مجھے اس سے بڑھا دو تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر تحت آیت لاتغلوا) اس حدیث کو امام ابن کثیر نے اپنے رسالے میں۔ جو تفسیر جامع البیان کے ساتھ متصل ہے بحوالہ امام نسائی رہ حضرت عبداللہ بن شخیر سے جید اسناد سے روایت کیا ہے۔

اعتراض

جس صورت میں آپ لوگ مخبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم م کی ساری اولاد کا سردار ثابت کر چکے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کو جو حضرت آدم کی اولاد سے تھا۔ سردار کہنے سے کیوں روکا؟

جواب

اس کا یہ ہے۔ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو آدم کی اولاد کا سردار کہنے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اس صورت کو روکا گیا ہے۔ جس میں غلو پایا جاتا ہے۔ اور جیسے شیطانی خواہش کہہ کر عوام کو نفرت دلائی۔ وہ یہ ہے کہ کہنے والے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح آپ کے باپ عبداللہ کو جو یقیناً نبی نہ تھے، اپنا سردار اور اپنے آپ سے بہتر کہہ کر نبی اور غیر نبی میں مساوات پیدا کردی، جو صریح کفر ہے اسی لئے اسے تنبیہہ کر کے ایسے

کفر سے روکا گیا۔ فضائل کے باب میں جھوٹی روایات جمع کرنے والوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شان حد سے بڑھانے والوں کے فعل نے گویا اس امر کو ثابت کر دیا۔ کہ خدا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل جو قرآن میں ذکر کئے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا سے وحی پاکر اپنے جن فضائل کو حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ یہ فضائل کافی نہیں۔ ان میں نقص ہے۔ اور ہم ان کو اپنی طرف سے پورا کرتے ہیں۔ گویا ان کے زعم باطل میں یہ فضائل خدا کو بھی یاد نہ تھے، اور نہ اس نے اپنے رسول کو یاد کرائے۔ ایسے باطل اور کفریہ عقیدہ سے خدا اور اس کے رسول کی توہین لازم آتی ہے۔ فافہم ؛

Marfat.com

خاتمہ

ناظرین کرام ! فضائل سید العالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھنے سے ہماری غرض و غائت یہ ہے۔ کہ برادران اسلام و محبان رسول علیہ السلام اس کو پڑھ کر اپنے دل میں اس عقیدہ کو بنیادی پتھر کی طرح مستحکم و مضبوط کر لیں۔ کہ تمام خلقت سے فخر عالم، حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی عالی شان و بلند پایہ ہے۔ آپؐ کے مرتبہ کا نہ کوئی آپؐ سے پہلے ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ نیز اس کو پڑھ کر شائقین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دلوں میں آپؐ کی محبت کو تمام خلقت سے زیادہ پیدا کر لیں۔ جس کے دل میں تمام خلقت سے آپ کی محبت زیادہ نہیں، وہ ایماندار نہیں۔ آپؐ کی محبت کی یہ علامت ہے۔ کہ آپؐ کے قول و فعل یعنی سنت کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضؓ کی طرح کسی دوسرے شخص کے قول و فعل پر عمل پیرا نہ ہوں، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سنت صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کی سنت پر بھی عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی مسلک اہل سنت و

الجماعت فرقہ ناجیہ کا ہے اور بس! ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا ہمیں اس مسلک پر قائم رکھے۔ اور آپؐ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ٭

Marfat.com

بسم

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

فَضَائِلُ
سَيِّدُ الْعَالَمِيْن

مُصَنَّفَہ

احقر عباد رب العالمین احمد دین گکھڑوی وہابی

ملنے کا پتہ
دفتر سید العالمین گکھڑ منڈی

Marfat.com